بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

نظارت دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان

REGD. NO. P. 67 PHONENO 35

22 EHSAN 1351
22, JUNE 1972

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

فضائلِ قرآن مجید

رشحاتِ قلم حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لُولُوئے عمّاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ہفت روزہ بدر قادیان قرآن مجید نمبر
مورخہ ۲۲ر احسان ۱۳۵۱ ہش

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

قرآن کریم کے بارے میں یہ جو کہا گیا ہے کہ ؎

جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا!

اس میں نہ تو کسی نوع کا مبالغہ ہے اور نہ عقیدتمندوں کی خوش فہمی یا مدعی سست گواہ چست والا معاملہ۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی یہ کتاب فی الواقع ایسی ہی بے نظیر خوبی کی حامل اور حق وصداقت سے پُر ہے۔ جس کا ایک ایک حصّہ آفتاب آمد دلیل آفتاب کا رنگ رکھتا ہے۔ پھر اس نے خود ہی ایسا دعویٰ بھی تو کیا ہے کہ

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (سورۃ الانعام آیت ۳۹)

اس کتاب میں انسانی ضرورت کی جملہ تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ بڑی جامعیّت کے ساتھ آ گیا ہے۔ انسانی رُوح کی ترقی اور اُس کو کمال تک پہنچانے کے لئے جن باتوں کے بیان کی ضرورت تھی سب کچھ اس میں آگیا ہے کوئی بات بھی اس کے بیان سے باہر نہیں رہ گئی ہے۔ سورۃ مائدہ میں فرمایا:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

(آیت نمبر ۴)

دینِ اسلام (جس کی آئینی کتاب قرآن کریم ہی ہے) نوعِ انسان کی جملہ ضروریات کے لئے ایک مکمل ضابطۂ حیات رکھتا ہے خدائے قدوس نے اپنی خاص منشاء اور حکمت کے ماتحت نازل کیا ہے۔

سورۃ طٰہٰ کے آغاز میں فرمایا:-

طٰہٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی اِلَّا تَذْکِرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی۔ (آیت نمبر ۲ تا ۴)

اے انسانِ کامل! قرآن مجید کا تجھ پر نزول انسان کی ہر طرح کی شقاوت کو دُور کرنے اور اس پر فضلوں اور رحمتوں کی بارش کرنے کے لئے نازل کیا ہے۔ یہ تو ڈرنے والے انسان کے لئے راہنمائی اور واضح ہدایت ہے۔

سورۃ ابراہیم میں فرمایا:-

وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ (آیت نمبر ۳۵)

خدا نے تم کو وہ سب کچھ دیا جس کا تمہاری فطرت نے تقاضا کیا۔ اگر تم خدا کے احسان گننے لگو تو ان کا شمار نہیں کر سکو گے۔ انسان بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی ناشکر گذار ہے۔

انسان کو اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ سب سے پہلے اُسے اس ذات کی معرفت حاصل ہو جائے جس کی صنعت سے اس کا اپنا وجود بنا اور پھر اسے اس جہان میں لائے جانے کا اہم مقصد معلوم ہو جائے تا اس کے مطابق وہ اپنی زندگی گذار سکے۔ اور پھر ان مقاصدِ عالیہ کو بطریق احسن پورا کرنے کے لئے کونسے اسباب و ذرائع ہیں جن کو عمل میں لانا ضروری ہے۔ تا اس کی محنت رائیگاں نہ جائے۔ اور اس کی سعی نتیجہ خیز ہو۔ یہ سب امور اور اسی نوع کی ہزاروں اور لاکھوں باتیں ہیں جن پر قرآن کریم نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسی نے خدائے قدوس کے منشاء کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ:-

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (الذّٰریٰت آیت نمبر ۵۷)

خواص الناس ہوں یا عوام الناس سب کو میں نے اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ ان کا اصل کام یہی ہے کہ وہ میرے عبد بن جائیں۔ اپنی ساری زندگی میرے ہی بتائے ہوئے طریق پر گذارنے کی کوشش کریں۔ اور جو کوئی اس سے انحراف کرتا ہے وہ اصل مقصدِ حیات سے منہ موڑتا اور خدا کی ناراضگی مول لیتا ہے۔ انسان کو یہ زندگی اسی لئے عطا ہوئی کہ اس میں خدا کی معرفت حاصل کرے۔ لیکن جو اس وقت سے فائدہ نہیں اٹھاتا وہ بڑے گھاٹے میں رہتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے:-

مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖۤ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی (بنی اسرائیل آیت ۷۳)

جو شخص اس دنیا میں رہتے ہوئے خدا کی معرفت سے اندھا ہو وہ دوسری زندگی میں بھی خدا کے قرب اور اس کے دیدار سے محروم اور بے نصیب رہے گا۔

پھر قرآن کریم میں اس بات کی بھی پورے طور پر وضاحت کر دی ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے خدا کی ایسی معرفت اُسی کے برگزیدہ بندوں، انبیاء، اولیاء اور اُس کے پیاروں کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ ان مقدس وجودوں کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرے۔ ان کی پاک صحبت اختیار کرے ان کی تعلیمات کو سُنے اور ان پر عمل کرے تب خدا کی معرفت اسے حاصل ہوگی۔ اس کے بغیر نہیں۔ چنانچہ بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو صاف فرما دیا کہ

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ (آل عمران آیت ۳۲)

کہہ دو اگر تم خدا کے محبوب اور پیارے بننا چاہتے ہو تو اس کا طریق یہ ہے کہ میری پیروی کرو۔ اس کے نتیجہ میں تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔

انسانی زندگی کو بامقصد بنانے کے لئے قرآن کریم نے جہاں خدائے واحد پر پورے ایمان اور یقین کا تصوّر دلایا ہے وہاں اس امر سے بھی واشگاف الفاظ میں باخبر کر دیا گیا ہے کہ انسان کے ہر عمل کی جزا و سزا کسی نہ کسی روز اسے ملنے والی ہے۔ اس لئے انسان کو اس دنیا میں رہتے ہوئے خوب اچھی طرح سے دیکھ بھال کر قدم اٹھانا چاہیئے۔ مالکِ یوم الدین کے الفاظ قرآن کریم کی بالکل پہلی سورت یعنی سورت فاتحہ میں اسی لئے بیان ہوئے ہیں تا انسان کی زندگی کو زیادہ بامقصد بنا دیا جائے۔ یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب انسان کو اس بات پر پورا یقین ہو جائے کہ ایک ہستی اس کے اعمال کی نگرانی کرنے والی ہے اور پھر ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے جب اس کے ان جملہ اعمال کا بدلہ خیر یا شر کی صورت میں ظاہر ہونے والا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی زندگی بہت زیادہ سنجیدہ اور اس کی ہر حرکت محتاط رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ اس وقت دنیا کے خطرناک بگاڑ اور ابتر حالت کی بڑی اور اصل وجہ یہی ہے کہ انسان کے دل میں نہ خوفِ خدا باقی رہا ہے اور نہ خوفِ عقاب۔ چنانچہ اسی بات کی طرف سورت العلق میں جو قرآن کریم کی سب سے پہلی وحی ہے اشارہ کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ:-

کَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی۔ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی۔ (آیت ۷ تا ۹)

یعنی اس وقت کا انسان طاغی بن چکا ہے۔ اس طرح کہ وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل سے مستغنی سمجھتا ہے مگر یہ اس کی بھول ہے۔ حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ وہ خدا کے بغیر کچھ بھی نہیں اسے تو بالآخر تیرے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور اپنے جملہ اعمال کا جواب وہاں جاکر دینا ہے۔ پھر وہ بے قیدی کی طرح اپنی زندگی بلا مقصد کیسے گزار سکتا ہے۔

اس عقیدہ کے تحت انسانی برادری کی قدر مشترک وابستہ ہے۔ اسی لئے تو حضرت شارع علیہ السلام نے فرمایا کہ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ جب خدا ساری دنیا کیلئے بمنزلہ باپ کے ہو اور تمام بنی نوع انسان اس کا کنبہ ٹھہرے تو کیوں نہ ایک انسان دوسرے کیلئے ایثار و قربانی کے نمونے دکھا کر باہمی انس و محبت کی راہوں کو استوار کرے۔

انسان کو دیگر حیوانات سے جو نمایاں امتیاز حاصل ہے تو وہ اس کی اخلاقی زندگی ہے۔ اخلاق نام ہے فطری جذبات کو موقعہ و محل کے مطابق عمل میں لانے کا۔ دیگر حیوانات کو نہ اس امر کا شعور ہے اور نہ ہی وہ اس کے اہل بنائے گئے ہیں لیکن حضرت انسان کو خدا نے عقل دی ہے اور شعور سے نوازا اسی لئے وہ اپنے فطرتی تقاضوں کو ایک خاص دائرہ میں رکھنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے اور ایسا کر بھی سکتا ہے۔ جو شخص جتنا جتنا اخلاقی زیور سے آراستہ ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ انسانیت میں کمال کو پہنچتا جاتا ہے۔ بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم (باقی دیکھئے صفحہ ۱۹ پر)

اَخْبَارِ اَحْمَدِیَّہ

قادیان ۲۰ر احسان (جون) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارہ میں لنڈن سے کوئی تازہ اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ احباب حضور انور کی صحت وسلامتی۔ درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کے لئے التزام سے دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح اپنا فضل شاملِ حال رکھے۔

قادیان ۲۰ر احسان۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال و مبلغین کرام اڑلیسہ کے تربیتی دورہ پر ہیں۔ محترمہ بیگم صاحبہ کی طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ آپ ۸ر جون کو کلکتہ سے روانہ ہوئے ۹ر کو کٹک پہنچے۔ جہاں احباب جماعت نے پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ ۸ر ۹ر کو سونگھڑہ میں دو روزہ کانفرنس تھی۔ ۹ر کو جمعہ کی نماز پڑھائی۔ رات کو جلسہ میں شریک ہوئے اور خطاب فرمایا۔ سونگھڑہ سے کیندرا پاڑہ پھر بھونیشور ہوتے ہوئے ۱۳ر جون کو بھدرک روانہ ہوئے۔ ۱۴ر جون کو بنگال۔ کرڈاپلی کوٹ پلہ ہوتے ہوئے ۱۵ر کو بھونیشور سے ہوکر رات خوردہ قیام فرماتے اور ۱۶ر جون کو کیرنگ میں جمعہ پڑھانے کا پروگرام ہے اللہ تعالیٰ سفر وحضر میں سب کا حافظ وناصر ہو آمین۔

قادیان ۲۰ر احسان۔ قادیان اور مضافات میں گرمی کی شدید لہر چل رہی تھی (باقی صفحہ ۱۹ پر)

قرآنِ حکیم کے فضائل اور کمالات

مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریرات کی روشنی میں

قرآن کریم خدا نما ہے

"ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دُنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا ہے۔ ہم نے اُس خدا کی آواز سُنی اور اس کے پُر زور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچّا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دِل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بُلاتے ہیں۔ ہم نے اس نورِ حقیقی کو پایا جس کے ساتھ ظلمانی پردے اٹھ جاتے ہیں۔ اور غیر اللہ سے درحقیقت دِل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آجاتا ہے کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔"

(کتاب البریہ صفحہ ۶۵)

پاک اور رُوحانی حکمتوں سے پُر کلامِ الٰہی

"مَیں جوان تھا اب بوڑھا ہو گیا۔ اور اگر لوگ چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ مَیں دُنیا داری کے کام میں نہیں پڑا۔ اور دینی شغل میں ہمیشہ میری دلچسپی رہی۔ مَیں نے اس کلام کو جس کا نام قرآن ہے، نہایت درجہ تک پاک اور رُوحانی حکمت سے بھرا ہُوا پایا۔ نہ وہ کسی انسان کو خدا بناتا اور نہ رُوحوں اور جسموں کو اس کی پیدائش سے باہر رکھ کر اس کی مذمّت اور نِندیا کرتا ہے۔ اور وہ برکت جس کے لئے مذہب قبول کیا جاتا ہے اس کو یہ کلام آخر انسان کے دل پر وارد کر دیتا ہے۔ اور خدا کے فضل کا اس کو مالک بنا دیتا ہے۔ پس کیونکر ہم روشنی پا کر پھر تاریکی میں آویں اور آنکھیں پا کر پھر اندھے بن جاویں۔"

(سناتن دھرم صفحہ ۷)

قرآنِ مجید اور سُنّتِ الٰہی

"یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک الہام کے لئے وہ سنّت اللہ بطور امام اور مہیمن اور پیشرو کے ہے۔ جو قرآن کریم میں وارد ہو چکی ہے۔ اور ممکن نہیں کہ کوئی الہام اس سنّت کو توڑ کر ظہور میں آوے۔ کیونکہ اس سے پاک نوشتوں کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔"

(تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۱۵۶)

قرآنِ حکیم کی اکملیّت اور جامعیّت

"ہمارا خداوند کریم جو دِلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے، اس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرّہ کا ہزارم حصّہ بھی قرآن شریف کی تعلیم پر کچھ نقص نکال سکے۔ یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ذرّہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو تیار ہیں۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۸۸ حاشیہ ۲)

قرآنِ شریف کے ذریعہ توحید کا قیام

"جو کچھ قرآنِ شریف نے توحید کا تخم بلاد عرب۔ فارس مصر۔ شام۔ ہند۔ چین۔ افغانستان۔ کشمیر وغیرہ کے بلاد میں بو دیا ہے اور اکثر بلاد سے بُت پرستی اور دیگر اقسام کی مخلوق پرستی کا تخم جڑ سے اکھاڑ دیا ہے۔ یہ ایک ایسی کارروائی ہے کہ اس کی نظیر کسی زمانے میں نہیں پائی جاتی۔ مگر بمقابل اس کے جب ہم وید کی طرف دیکھتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ آریہ ورت کی بھی اصلاح نہیں کر سکا۔"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۶۶)

قرآنِ حکیم میں بیان شدہ پیشگوئیاں

"اور جس قدر قرآن شریف میں قصّے ہیں وہ بھی درحقیقت قصّے نہیں بلکہ وہ پیشگوئیاں ہیں جو قصّوں کے رنگ میں لکھی گئی ہیں۔ ہاں وہ توریت میں تو ضرور صرف قصّے پائے جاتے ہیں۔ مگر قرآن شریف نے ہر ایک قصّہ کو رسول کریمؐ کے لئے اور اسلام کے لئے ایک پیشگوئی قرار دیا ہے۔ اور یہ قصّوں کی پیشگوئیاں بھی کمال صفائی سے پوری ہوئی ہیں۔ غرض قرآن شریف معارف و حقائق کا ایک دریا ہے۔ اور پیشگوئیوں کا ایک سمندر ہے۔ اور ممکن نہیں کہ کوئی انسان بجز ذریعہ قرآن شریف کے پورے طور پر خدا تعالےٰ پر یقین لا سکے۔ کیونکہ یہ خاصیت خاص طور پر قرآن شریف میں ہی ہے کہ اس کی کامل پیروی سے وہ پردے جو خدا میں اور انسان میں حائل ہیں سب دُور ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک مذہب والا محض قصّہ کے طور پر خدا کا نام لیتا ہے۔ مگر قرآن شریف اس محبوبِ حقیقی کا چہرہ دکھلا دیتا ہے اور یقین کا نور انسان کے دِل میں داخل کر دیتا ہے۔ اور وہ خدا جو تمام دنیا پر پوشیدہ ہے وہ محض قرآن شریف کے ذریعہ سے دکھائی دیتا ہے۔"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۲۵۹-۲۶۰)

قرآن کریم میں تنسیخ و تبدیل

"یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہم الٰہی کلام کی کسی آیت میں تغیّر اور تبدیل اور تقدیم اور تاخیر اور فقرات تراشی کے مجاز نہیں مگر صرف اس صورت میں کہ جب خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہو۔ اور یہ ثابت ہو جائے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے آپ بذاتِ خود ایسی تغییر اور تبدیل کی ہے۔ اور جب تک ایسا ثابت نہ ہو تو ہم قرآن کی ترصیع اور ترتیب کو زیر و زبر نہیں کر سکتے اور نہ اس میں اپنی طرف سے بعض فقرات ملا سکتے ہیں۔ اور اگر ایسا کریں تو عند اللہ مجرم اور قابلِ مؤاخذہ ہیں۔"

(اتمام الحجّۃ صفحہ ۱۹)

اُصولِ صحیحہ سے آگاہی کا ذریعہ قرآن ہے

"وہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے بغیر تکلیف اور مشقّت اور مزاحمت شکوک اور شبہات اور خطا اور سہو کے اصول صحیحہ مع اُن کے دلائل عقلیہ کے معلوم ہو جائیں اور بیقین کامل معلوم ہوں وہ قرآن شریف ہے۔ اور بجز اس کے دُنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں اور نہ کوئی دوسرا ایسا ذریعہ کہ جس سے یہ مقصد اعظم پورا ہو سکے۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۷۷)

الہامی کتاب کی شناخت کا امتیازی نشان

"اب اے صاحبو! مَیں یہ بیان کرتا ہوں کہ وہ امتیازی نشان کہ جو الہامی کتاب کی شناخت کے لئے عقلِ سلیم نے قرار دیا ہے وہ صرف خدا تعالےٰ کی مقدس کتاب قرآن شریف میں پایا جاتا ہے۔ اور اس زمانے میں وہ تمام خوبیاں جو خدا کی کتاب میں امتیازی نشان کے طور ہونی چاہئیں دوسری کتابوں میں قطعاً مفقود ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں وہ خوبیاں پہلے زمانہ میں ہوں گی مگر اب نہیں ہیں۔ اور گو ہم ایک دلیل سے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں ان کو الہامی کتابیں سمجھتے ہیں مگر وہ گو الہامی ہوں لیکن اپنی موجودہ حالت کے لحاظ سے بالکل بے سُود ہیں۔ اور اس شاہی قلعہ کی طرح ہیں جو خالی اور ویران پڑا ہے اور دولت اور فوجی طاقت سب اس میں سے کُوچ کر گئی ہو"

(مضمون جلسہ لاہور منسلکہ چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲)

دیگر صحفِ الہامی پر قرآن حکیم کی افضلیت

"اگر کوئی مخالفین اسلام میں سے یہ اعتراض کرے کہ قرآن شریف کو سب الہامی کتابوں سے افضل اور اعلیٰ قرار دینے سے یہ لازم آتا ہے کہ دوسری الہامی کتابیں ادنیٰ درجہ کی ہوں۔ حالانکہ وہ سب ایک خدا کی کلام ہے۔ اس میں ادنیٰ اور اعلیٰ کیوں کر تجویز ہو سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک باعتبار نفسِ الہام کے سب کتابیں مساوی ہیں۔ مگر باعتبار زیادتِ بیان اور تکمیلاتِ دین کے بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ پس اس جہت سے قرآن شریف کو سب کتابوں پر فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ جس قدر قرآن شریف میں امورِ تکمیل دین کے جیسے مسائلِ توحید اور ممانعت، انواع و اقسام شرک۔ اور معالجات امراضِ روحانی اور دلائل ابطالِ مذاہب باطلہ اور براہین اثبات عقائدِ حقّہ وغیرہ بکمال شدّ و مدّ بیان فرمائے گئے ہیں وہ دوسری کتابوں میں درج نہیں"

(براہین احمدیہ ص۴۷ حاشیہ ۲)

قرآنِ حکیم کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا قیام

"قرآن عمیق حکمتوں سے پُر ہے۔ اور ہر ایک تعلیم میں انجیل کی نسبت حقیقی نیکی کے سکھلانے کے لئے آگے قدم رکھتا ہے بالخصوص سچّے اور غیر متغیّر خدا کے دیکھنے کا چراغ تو قرآن ہی کے ہاتھ میں ہے اگر وہ دُنیا میں نہ آیا ہوتا تو خدا جانے دُنیا میں مخلوق پرستی کا عدد کس نمبر تک پہنچ جاتا۔ سو شکر کا مقام ہے کہ خدا کی وحدانیت جو زمین سے گم ہو گئی تھی دوبارہ قائم ہو گئی"

(تحفۂ قیصریّہ ص۴۶)

قرآنِ کریم نے طبِ روحانی کے قواعد کو طبِ جسمانی کیساتھ تطبیق دی ہے

"قرآن شریف ایک ایسی پُر حکمت کتاب ہے جس نے طبِّ روحانی کے قواعدِ کلیّہ کو یعنی دین کے اصُول کو جو دراصل طبِّ روحانی ہے۔ طبِّ جسمانی کے ساتھ تطبیق دی ہے۔ اور یہ تطبیق ایسی لطیف ہے جو صدہا معارف اور حقائق کے کھلنے کا دروازہ ہے اور سچّی اور کامل تفسیر قرآن شریف کی وہی شخص کر سکتا ہے جو طبِ جسمانی کے قواعدِ کلیّہ پیشِ نظر رکھ کر قرآن شریف کے بیان کردہ قواعد میں نظر ڈالتا ہے۔ ایک مجھے بعض محقق اور حاذق طبیبوں کی بعض کتابیں کشفی رنگ میں دکھلائی گئیں جو طبِ جسمانی کے قواعدِ کلیّہ اور اصول علمیہ ستّۂ ضروریہ وغیرہ کی بحث پر مشتمل اور متضمن تھیں۔ جن میں طبیب حاذق قرشی کی کتاب بھی تھی۔ اور اشارہ کیا گیا کہ یہی تفسیر قرآن ہے ...... اور جب میں نے ان کتابوں کو پیشِ نظر رکھ کر ...... قرآن شریف پر نظر ڈالی تو وہ عمیق در عمیق طب جسمانی کے قواعد کلیّہ کی باتیں نہایت بلیغ پیرایہ میں قرآن شریف میں موجود پائیں"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۹۴-۹۵)

زمانے کے مطابق قرآن کریم کی اعلیٰ و اکمل تعلیم کی ضرورت

"جو کتاب ابتدائے آفرینش کے وقت آئی ہوگی اس کے متعلق عقل قطعی طور پر تجویز کرتی ہے کہ وہ کامل کتاب نہیں ہوگی بلکہ وہ صرف اُس استاد کی طرح ہوگی جو ابجد خوان بچّوں کو تعلیم دیتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسی ابتدائی تعلیم میں بہت لیاقت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں جس زمانے میں انسانی تجربہ نے ترقی کی اور نیز نوعِ انسان کئی قسم کی غلطیوں میں پڑ گئی تب باریک تعلیم کی حاجت پڑی بالخصوص جب گمراہی کی تاریکی دُنیا میں بہت پھیل گئی اور انسانی نفوس کئی قسم کی علمی اور عملی ضلالت میں مبتلا ہو گئے تب ایک اعلیٰ اور اکمل تعلیم کی حاجت پڑی اور وہ قرآن شریف ہے"

(چشمۂ معرفت ص۹۲ حاشیہ)

قرآنِ کریم فلاح اور نجات کا سرچشمہ ہے

"مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہُوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظلّ تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو۔ اور اوس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اوس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذّب قیامت کے دِن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے اُن کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اِس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ .... قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے، اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتدا میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنے ہمیں اپنی اُن نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی۔ جو نبی اور رسُول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے۔"

(کشتی نوح تقطیع کلاں صفحہ ۲۴-۲۵)

تبرکات

صرف اسلام ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُس کی مذہبی اور الہامی کتاب یقینی اور قطعی طور پر محفوظ ہے

جب تک لوگ قرآن کریم کی تعلیمات کو نہیں اپنائیں گے اس وقت تک چین کا سانس نہیں لے سکتے

کوئی احمدی ایسا نہیں ہونا چاہیئے جسے قرآن کریم با ترجمہ نہ آتا ہو

خطاب سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ ۹ مئی ۱۹۴۶ء بمقام قادیان

فرمایا :-

دُنیا کے تمام مذاہب میں سے

اِسلام کو ہی یہ فخر حاصل ہے

کہ اس کی مذہبی اور الہامی کتاب یقینی اور قطعی طور پر محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ایسی حفاظت فرمائی ہے کہ دشمن سے دشمن بھی اس کے محفوظ ہونے کی شہادت دینے پر مجبور ہے۔ اور قرآن کریم کا محفوظ ہونا اس کی اندرونی شہادت سے ایسا ثابت ہے کہ کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص گلاب کے پھُول کی دو چار پنکھڑیاں نوچ کر پھینک دے تو گلاب کے پھُول کی شکل ہی بتا دے گی کہ یہ اصل صورت نہیں ہے۔ دراصل قدرت کی پیدا کی ہوئی جتنی چیزیں ہیں وہ ساری کی ساری ایسی ہیں کہ اگر ان کا کوئی حصّہ کاٹا گیا ہو تو اس کا فوراً پتہ لگ جاتا ہے۔ خربوزہ کتنی عام چیز ہے ایک ایک پیسہ کے دو دو سیر بکتے تو ہم نے بھی دیکھے ہیں۔ اگر کوئی شخص خربوزہ کا ایک حصّہ کاٹ لے تو کیا یہ چوری چھپ سکتی ہے۔ آم کا ایک ٹکڑا اگر کوئی الگ کر دے تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا پتہ نہ لگے۔ انگور، سردا، انار، غرض جس قدر پھل یا ترکاریاں ہیں اُن میں سے کسی میں ذرا بھی فرق کر دو تو فوراً پتہ لگ جائے گا۔ پھر

یہ کس طرح ہو سکتا ہے

کہ کوئی شخص خدا تعالیٰ کے کلام میں دست اندازی کرے اور اس کا پتہ نہ چلے۔ اگر کوئی شخص دست اندازی کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ پہلی چیز میں کوئی نہ کوئی تبدیلی کرے۔ اور کسی چیز میں تبدیلی ہمیشہ دو قسم کی ہو سکتی ہے۔ اوّل اتفاقی حوادث سے۔ دوم۔ جو بالارادہ کی جائے۔ اگر پہلی بات ہو تو قرآن کی آیات میں اتفاقی حادثہ کے رنگ میں کسی قسم کی تبدیلی بھی ثابت نہیں۔ اتفاقی حادثہ یہ ہو سکتا تھا کہ مثلاً رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی کسی بھی عبارت کا کوئی فقرہ بھُول جاتا۔ اور آپؐ اس کی جگہ کوئی اور فقرہ رکھ دیتے۔ مگر یہ اعتراض نہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی کافر نے کیا اور نہ ہی مسلمانوں میں سے کسی نے کہا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کا کوئی فقرہ بھُول گیا تھا۔ بعد میں بے شک دشمنوں نے اس قسم کی خرافات آپ کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر بعد کی بنائی ہوئی بات کو کون درست تسلیم کر سکتا ہے۔ ہر شخص اسے دشمنی اور عداوت پر ہی محمول کرے گا۔ باقی رہا قرآن کریم کے کسی حصّہ کا بالارادہ نکال دینا، سو اس کے مدعی مسلمانوں میں سے صرف شیعہ ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے بعض حصّے ارادۃً چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ مگر ان کی غلطی آپ ہی ظاہر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ

اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے

کہ حضرت علیؓ آخری خلیفہ ہوئے۔ اگر وہ حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فوت ہو جاتے تو شیعہ کہتے کہ اُن کے پاس جو قرآن کا حصّہ تھا وہ ان کے ساتھ ہی چلا گیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو ان خلفاء کے زمانہ میں زندگی دی۔ اور حضرت عثمانؓ کے بعد خلافت پر بٹھایا۔ اب بے شک کوئی شیعہ یہ کہے کہ حضرت علیؓ نے اس وقت بھی قرآن کریم کا وہ حصّہ چھپائے رکھا جو اُن کے پاس تھا۔ مگر اسے کون درست سمجھ سکتا ہے۔ ہر شخص یہی کہے گا کہ حضرت علیؓ جب خود بادشاہ بن گئے تھے، تو انہوں نے قرآن کریم کا وہ حصّہ کیوں ظاہر نہ کیا۔ غرض کوئی اعتراض قرآن کریم پر ایسا نہیں پڑتا جو معقول ہو اور

قرآن کریم کی حفاظت

کے متعلق شبہ پیدا کر سکے۔ پھر قرآن کریم کے بیسیوں حفاظ اس وقت موجود تھے۔ اس وجہ سے بھی قرآن کریم میں خرابی کا امکان نہیں ہو سکتا۔ یہ شرف بھی صرف قرآنِ کریم کو حاصل ہے کہ ایک وقت میں اس کے بیسیوں حافظ موجود تھے اور پھر وہ سینکڑوں کی تعداد میں ہو گئے۔ پھر سینکڑوں سے ہزاروں کی تعداد میں ہو گئے۔ اور اس وقت لاکھوں کی تعداد میں حفاظ موجُود ہیں۔ سوائے قرآنِ کریم کے دُنیا کی کوئی الہامی کتاب ایسی نہیں جس کو حفظ کیا جاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی اعلیٰ ترتیب کے ساتھ اُتارا ہے کہ اس کا یاد کرنا بہت آسان ہے۔ میرا بیٹا ناصر احمد حافظ ہے۔ اور اس نے پندرہ سال کی عمر میں ہی قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ اور اس گئے گزرے زمانہ میں بھی جبکہ مسلمان اسلام سے بے اعتنائی کر رہے ہیں

لاکھوں حافظ موجُود ہیں

ابتداء میں رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم لکھنے کو عار سمجھتی تھی۔ لیکن رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی صحابہؓ کی تعلیم کا انتظام کر دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے بہت جلد لکھنے پڑھنے میں مہارت پیدا کر لی۔ اور قرآنِ کریم بھی لکھا جانے لگا۔ چنانچہ پہلے حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کریم کو جو الگ الگ ٹکڑوں میں لکھا ہوا تھا ایک جلد میں لکھوایا۔ پھر حضرت عُمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے حفاظ سے اس کی نظرِ ثانی کرائی۔

تاکہ لکھنے والوں سے اگر لکھنے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اصلاح کروا دی جائے اس کے علاوہ اصل کام حضرت عثمان رضؓ نے قرآن کریم کی حفاظت کے متعلق یہ کیا کہ کئی جلدیں لکھوا کر تمام اسلامی ممالک میں بھجوا دیں۔ تاکہ لوگوں میں تلاوت کا جو اختلاف تھا وہ مٹ جائے مختلف علاقوں میں مختلف الفاظ ایک ہی مفہوم ادا کرنے کے لئے بولے جاتے ہیں اور جب تعلیم عام ہو جاتی ہے تو وہ

اختلاف مٹ جاتا ہے

مستشرقین یورپ نے قرأتوں کے اختلاف کو ایک ایک رنگ دے دیا ہے کہ تمام انسان ان کا جواب دینے سے گھبرا جاتا ہے۔ حالانکہ بات کچھ بھی نہیں۔ پنجاب کے ہی مختلف علاقوں میں ایک ہی مفہوم کے ادا کرنے کے لئے مختلف الفاظ بولے جاتے ہیں۔ مثلاً قادیان کے لوگ اگر پنجابی میں یہ کہنا چاہیں کہ انہوں نے پکڑ لیا ہے تو کہیں گے "پھڑ لیا" لیکن گجرات وغیرہ کے لوگ کہیں گے "پھد لیا" اب کیا کوئی شخص شور مچاتا ہے کہ بڑا خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ زبانوں میں اس قدر اختلاف ہے۔ دلّی والے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری اردو اچھی ہے۔ اور لکھنؤ والے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی اردو اچھی ہے۔ دہلی والے کیچڑ کہتے ہیں لیکن لکھنؤ والے اسے کیچ کہیں گے۔ جس طرح ہمارے ہاں

زبانوں میں اختلاف ہے

اسی طرح عربوں میں بھی بعض اختلاف تھے۔ بعض قبائل میم کی جگہ ب بولتے تھے۔ جیسے مکّہ کو بکّہ کہہ دیتے تھے۔ جب کسی کو نزلہ وزکام ہو تو وہ میم ادا نہیں کر سکتا۔ اگر وہ میری کہے گا تو منہ سے بیری نکلے گا۔ اس زمانہ میں آبادیاں بہت دور ہوتی تھیں۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو وہ خیمے میں ہی پڑا رہتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ بچے اس سے جیسا تلفظ سنتے ویسا ہی کہنا شروع کر دیتے۔ ان کو اصل زبان کا علم کیسے ہو سکتا تھا جس طرح ان کے ماں باپ نے ان کے سامنے کوئی لفظ بولا، اسی طرح انہوں نے بولنا شروع کر دیا۔ اور وہ اس جگہ کی زبان بن گئی۔ ہم نے کئی دفعہ سنا ہے چھوٹے بچے میری کو میلی کہتے ہیں۔ غرض زبان کے توتلے ہونے یا کسی اور نقص کی وجہ سے جو لفظ بار بار نکلے گا وہی اس علاقے کی زبان بن جائے گا۔ جیسے پنجابی میں پھڑلو اور پھد لو بن گیا۔ لیکن آہستہ آہستہ جب تعلیم پھیل گئی اور زبان مکمل ہو گئی تو یہ اختلاف مٹ گیا۔ پس یہ

قرأت کا اختلاف

ایسا نہیں جو قرآن کریم کے محفوظ ہونے کے متعلق کوئی شبہ پیدا کر سکے میرا جی چاہتا ہے کہ اختلاف الفاظ کے اسباب پر ایک کتاب دیانت الرحمٰن کے طور پر لکھی جائے جس میں بتایا جائے کہ اختلاف کے کیا اسباب اور وجوہ ہوتے تھے۔ قرآن کریم کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ اس کی حفاظت میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کی طرف سے توجہ ہٹالی ہے۔ اور دوسری طرف چلے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ نہایت ہی قیمتی چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے

عظیم الشان نعمت

کے طور پر مسلمانوں کو ملی تھی۔ اب جماعت احمدیہ کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور ہمارا کوئی آدمی ایسا نہیں رہنا چاہیئے جو قرآن کریم نہ پڑھ سکتا ہو یا جسے اس کا ترجمہ نہ آتا ہو۔ اگر کسی شخص کو اس سے کسی دوست کا خیال آتا ہے تو جب تک وہ اسے پڑھ نہ لے اسے چین نہیں آتا۔ اور اگر خود پڑھا ہوا نہ ہو تو یکے بعد دیگرے دو تین آدمیوں سے پڑھائے گا لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خط آئے اور اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ غرباء قرآن کریم پڑھنے

کی کوشش کرتے ہیں اور امراء اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ جو شخص دنیاوی لحاظ سے کوئی علم رکھتا ہے یا امیر ہے تو اس کے لئے قرآن کا پڑھنا زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ اس کو قرآن کریم کے پڑھنے کے مواقع بیشتر آسکتے ہیں۔ میرے نزدیک ایسے لوگ جو کہ تعلیم یافتہ ہیں مثلاً ڈاکٹر ہیں، بیرسٹر ہیں، انجینئر ہیں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مجرم ہیں۔ کیونکہ وہ اگر قرآن کریم پڑھنا چاہتے تو بہت آسانی سے اور بہت جلدی پڑھ سکتے تھے۔ پس ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ گنہگار ہیں۔ دوسرے لوگوں کے متعلق تو یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ ان کا حافظہ کام نہیں کرتا تھا۔ لیکن ان لوگوں کے دماغ تو روشن تھے۔ اور کام کرتے تھے۔ تبھی تو انہوں نے ایسے علوم سیکھ لئے۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تمہیں دنیوی علوم کے لئے تو وقت اور حافظہ مل گیا۔ لیکن میرے کلام کو سمجھنے کے لئے نہ تمہارے پاس وقت تھا اور نہ ہی تمہارے پاس حافظہ تھا۔ ایک غریب آدمی کو تو دن میں دس بارہ گھنٹے اپنے پیٹ کے لئے بھی کام کرنا پڑتا ہے لیکن باوجود اس کے وہ قرآن پڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ایک امیر آدمی یا ایک ڈاکٹر جس کو چند گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے ان کے لئے قرآن کریم پڑھنا کیا مشکل ہے۔ یہ سب سستی اور غفلت کی علامت ہے۔ اگر انسان کوشش کرے تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کے لئے رستہ آسان کر دیتا ہے۔ دوسری دنیا تو پہلے ہی دنیا کمانے میں منہمک ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اگر ہماری جماعت بھی اسی طرح کرے تو کتنے افسوس کی بات ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا علم و ہنر اور دوسری ایجادوں میں تو ترقی کرتی جا رہی ہے۔ لیکن چونکہ قرآن کریم سے دور جا رہی ہے اس لئے وہی چیزیں اس پر تباہی اور بربادی لا رہی ہیں۔ جب تک لوگ قرآن کریم کی تعلیمات کو نہیں اپنائیں گے۔ جب تک قرآن کریم کو اپنا رہبر نہیں مانیں گے اس وقت تک چین کا سانس نہیں لے سکتے۔ یہی دنیا کا مداوا ہے۔ ہماری جماعت کو کوشش کرنی چاہیئے کہ دنیا قرآن کریم کی خوبیوں سے واقف ہو۔ اور قرآن کریم کی تعلیم لوگوں کے سامنے بار بار آتی رہے۔ تاکہ دنیا اس امن کے سایہ تلے آکر امن حاصل کرے۔

(الفضل ۳۰ جون ۱۹۶۵ء)

اوصافِ قرآن مجید

منظوم کلام حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا — پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا — ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی! تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے — جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں — مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ — وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں — پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور — ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں — جن کا اس نور کے ہوتے بھی دلِ اعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

(منقول از براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۷۴ مطبوعہ ۱۸۸۲ء)

تاریخ القرآن

از محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی احمدی۔ آف لاہور

قرآن خدا کی وہ آخری کتاب ہے جو حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر تئیس برس کے عرصے میں آہستہ آہستہ نازل ہوا

قرآن کا نام اور اس کے معنی

قرآن شریف کا نام "قرآن" کسی انسان کا رکھا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ یہ نام خود خدا تعالےٰ نے اس کتاب کا رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا ؁ (۷۶-۲۳) یعنی اے محمدؐ ہم نے تجھ پر قرآن آہستہ آہستہ نازل کیا۔ قرآن کا لفظ قراء سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں (۱) پڑھنا۔ تلاوت کرنا۔ یعنی ایسی آواز سے پڑھنا کہ لوگ سنیں (۲) پیغام پہنچانا (۳) باہم ملانا یا جمع کرنا (۴) حاملہ عورت کے ہاں بچے کا پیدا ہونا

ان چاروں معانی کے لحاظ سے قرآن کا مطلب ہوا

(۱) ایسی کتاب جو بکثرت پڑھی جائے

یہ دراصل ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ یعنی یہ کتاب اس کثرت سے پڑھی جائے گی کہ کوئی دوسری کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہو کر قرآن مجید کی صداقت پر ایک زبردست شہادت ثابت ہوئی اور قیامت تک ثابت ہوتی رہے گی۔ چنانچہ دشمنوں اور مخالفوں کو بھی مجبور ہو کر تسلیم کرنا پڑا کہ :-

"حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر میں
صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب
ہے جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے"

(ملاحظہ فرمائیے نولڈیکے کا مقالہ قرآن پر مندرجہ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا ایڈیشن یازدہم)

قرآن عالمگیر پیغام کی حیثیت سے

(۲) وہ کتاب یا پیغام جسے دوسروں تک پہنچانا یا سنانا مقصود ہو۔ قرآن کا پیغام کسی ایک ملک یا کسی ایک قوم یا کسی ایک زمانے تک محدود نہیں بلکہ وہ تمام دنیا کے لئے، تمام اقوام عالم کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہے جیسا کہ فرمایا :-

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (۳۴-۳۷)

یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم! ہم نے تم کو تمام جہان کے لوگوں کی طرف اس لئے بھیجا ہے کہ جو تم پر ایمان لائیں انہیں جنت کی خوشخبری سنا دو۔ اور جو انکار کریں انہیں دوزخ کے عذاب سے ڈراؤ۔

قرآن۔ منبع صداقت وہدایت

(۳) ایسی کتاب، جس میں ہر طرح کی سچائیاں اور تمام اقسام کی صداقتیں موجود ہوں قرآن کریم میں نہ صرف وہ تمام صداقتیں موجود ہیں جو گزشتہ تمام آسمانی اور الہامی کتابوں میں موجود تھیں (فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ۹۸-۴) بلکہ وہ تمام حقائق بھی اس میں جمع ہیں جن کی نوع انسان کو کسی وقت اور کسی بھی قسم کے حالات میں ضرورت پڑ سکتی ہے۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ اور ہم نے اس قرآن میں ہر ایک ضروری بات تمام لوگوں کے لئے مختلف پیرایوں میں بیان کر دی ہے۔ (۱۸-۵۳)

قرآن۔ سرچشمۂ ہدایت ومعارف

(۴) وہ کتاب جو ظاہری حقائق کے علاوہ ایسے باطنی معارف سے بھی پر ہو جو اپنے وقت پر ضرورت کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ عام انسانی نظروں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ مگر اپنے وقت پر پیدا ہو کر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس صداقت کو اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ؁ یعنی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے غیر محدود خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں۔ اور ہم اس چیز کو ایک معین اندازے کے مطابق ہی اتارتے ہیں۔ (۱۵-۲۱)

اسمائے قرآن

قرآن کے علاوہ اس مقدس صحیفے کے اور بھی کئی نام اللہ تعالےٰ نے ہمیں بتائے ہیں ان کی تفصیل مع ترجمہ وحوالہ ذیل میں لکھی جاتی ہے :-

۱۔ الکتاب ایسی تحریر جو اپنے اندر نہایت جامعیت رکھتی ہو۔ (۲-۲)

۲۔ الفرقان۔ حق وباطل میں فرق کرنے والا (۲۵-۱)

۳۔ الذکر (ذکریٰ۔ تذکرہ) یاد دلانے والا اور شرف وبزرگی کا ذریعہ (۱۵-۹)

۴۔ الموعظۃ۔ نصیحت (۱۰-۵۷)

۵۔ الحکم۔ فیصلہ کرنے والا (۱۳-۳۷)

۶۔ الحکمۃ نہایت دانائی اور عقلمندی کی باتیں (۱۷-۳۹)

۷۔ الشفاء صحت بخش اور شفا عطا کرنے والا۔ (۱۰-۵۷)

۸۔ الھدیٰ سیدھی راہ دکھانے والا۔ منزل مقصود تک پہنچانے والا (۲-۳)

۹۔ التنزیل۔ خدا کی طرف سے اتارا گیا

۱۰۔ الرحمۃ خدا کی طرف سے مہربانی (۱۷-۸۲)

۱۱۔ الروح۔ زندگی حیات، روح (۴۲-۵۱)

۱۲۔ الخیر۔ ہر قسم کی بھلائی اور خیر وبرکات کا جامع۔ جس میں تمام خوبیاں پائی جائیں (۳-۱۰۴)

۱۳۔ البیان۔ ہر بات کو واضح طور پر بیان کرنے والا۔ (۳-۱۳۸)

۱۴۔ النعمۃ۔ ہر قسم کی نیکی اور بھلائی کا مجموعہ۔ ربانی نعمت (۹۳-۱۱)

۱۵۔ البرھان۔ کھلی واضح اور روشن دلیل (۴-۱۷۵)

۱۶۔ القیم۔ خود مضبوط اور دوسروں کو مضبوطی بخشنے والا۔

۱۷۔ المھیمن۔ تمام الہامی صحیفوں کی اصل تعلیم کا محافظ (۵-۴۸)

۱۸۔ النور۔ روشن اور صداقت کو ظاہر کرنے والا۔

۱۹۔ الحق۔ سراسر صداقت۔ مجسم سچائی۔ (۱۷-۱۰۵)

۲۰۔ حبل اللہ۔ خدا تک پہنچانے کا ذریعہ۔ خدا کا عہد (۳-۱۰۲)

۲۱۔ المبین۔ کھول کر بیان کرنے والا۔ خدا تعالےٰ کے پیغام کو واضح طور پر پہنچانے والا۔ (۱۲-۱)

۲۲۔ الکریم۔ اپنے ماننے والوں کو عزت دینے والا۔ (۵۶-۷۷)

۲۳۔ المجید۔ واجب العزت، قابل احترام، لائق تعریف (۵۰-۱)

۲۴۔ الحکیم۔ صاحب حکمت ودانش۔ درست، صحیح، پختہ اور پائدار کام کرنے والا۔ (۳۶-۲)

۲۵۔ عربی۔ نہایت واضح اور کھول کر بتانے والا۔ (۱۲-۲)

۲۶۔ العزیز۔ زبردست، صاحب شوکت وقوت (۴۱-۴۱)

۲۷۔ مکرّمۃ۔ عزت والا (۸۰-۱۴)

۲۸۔ العجب۔ نہایت نادر اور عجیب شئے۔ (۷۲-۱)

۲۹۔ مبارک۔ برکت والا۔ مقدس محترم۔ جس کی خیر کبھی منقطع نہ ہو گی (۶-۹۳)

۳۰۔ مطھرۃ۔ پاک۔ پاکیزہ (۸۰-۱۴)

۳۱۔ مصدق۔ سابقہ الہامی کتب کی تصدیق کرنے والا۔ ان کو خدا کی طرف سے بتانے والا۔

کاتبانِ وحی کی تعداد اور ان کے نام

جن صحابیوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً وحی الٰہی کی کتابت کا کام لیا ان کی تعداد محققین اور مؤرخین نے چالیس اور بیالیس کے قریب لکھی ہے۔ اور ان کے نام کتب صحاح ستہ، کتب سیرۃ مغازی اور کتب اسماء رجال میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر سب سے پہلے ایمان لانے والے رفیق غار وہجرت۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے والد ماجد۔ رسول کریم کے پہلے جانشین۔ فولادی عزم اور آہنی ارادے کے انسان۔ فتنۂ ارتداد کو حیرت انگیز طور پر فرو کر کے اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے والے۔ ۱۳ھ ہجری میں وفات پا کر حضورؐ کے پاس ہی مدفون ہوئے۔

۲۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب۔ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے والد اور حضورؐ کے دوسرے خلیفہ۔ انتہائی اولو العزم اور باتدبیر فرمانروا دس سال تک نہایت شان وشوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ خلافت کر کے ۲۳ھ میں ایک مجوسی غلام کے ہاتھوں نماز پڑھتے ہوئے شہید ہوئے۔ اور حضرت عائشہؓ کی اجازت سے حجرۂ نبوی میں دفن ہوئے۔

۳۔ حضرت عثمانؓ ذوالنورین۔ نہایت ہی نیک نفس اور پاکباز بزرگ۔ حضورؐ کی دو بیٹیوں کے شوہر۔ اسلام کے تیسرے خلیفہ ۱۲ سال کی خلافت کے بعد چند مفسد باغیوں کے ہاتھوں ۳۵ھ میں شہید ہوئے۔

۴۔ حضرت علیؓ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی۔ بنت الرسول کے شوہر۔ شیر کرار۔ حسنین کے والد اور اسلام کے چوتھے خلیفہ۔ ۴۰ھ میں ابن ملجم خارجی کے خنجر سے شہید ہوئے۔

۵۔ حضرت زبیرؓ بن العوام۔ حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کے نامور فرزند۔ جلیل القدر صحابی۔ عشرہ مبشرہ میں شامل۔ ۳۶ھ میں ابن جرموز کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

۶۔ حضرت خالدؓ بن سعید۔ [illegible] میں سے ایک معتمد [illegible]

فرزند کرنے والوں میں سے ایک بہادر سپاہی۔ بعہد عمرؓ سنہ ۱۴ھ میں شہید ہوئے۔

۷۔ **حضرت ابانؓ بن سعید** - اموی خاندان سے متعلق تھے۔ شروع میں اسلام کے سخت مخالف تھے۔ فتح خیبر کے بعد ایمان لائے بعہد صدیقؓ جنگ اجنادین میں شہید ہوئے

۸۔ **حضرت ابی بن کعب** - جلیل القدر صحابی انصار میں سب سے زیادہ عالم اور نہایت فصیح البیان قاری تھے۔ بعہد عثمانؓ وفات پائی

۹۔ **حضرت حنظلہ بن ربیع** - بنی تمیم کے ایک محترم بزرگ۔ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں انتقال ہوا۔

۱۰۔ **حضرت معیقب بن ابی فاطمہ** حضورؐ کے نہایت معتبر صحابی اور سابقون الاولون میں سے ایک بزرگ۔ خاتم رسالت انہی کے پاس رہتی تھی۔

۱۱۔ **حضرت عبداللہ بن ارقم** - حضور کے نہایت معتمد صحابی۔ تمام فرامین اور خطوط لکھا کرتے تھے۔ حضور کے ساتھ متعدد قرابتیں رکھتے تھے۔ نہایت مستغنی اور سیر چشم تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کے تین لاکھ درہم کا عطیہ واپس کر دیا۔ سنہ ۳۵ھ میں وفات پائی

۱۲۔ **حضرت شرحبیل بن حسنہ** - ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔ خلفاء کے زمانہ میں برابر جہاد میں شریک رہے۔ سنہ ۱۸ھ کے طاعون میں وفات پائی۔

۱۳۔ **حضرت عبداللہ بن رواحہ** - خزرجی انصاری صحابی ہیں۔ بدر اُحد اور خندق کے معرکوں میں داد شجاعت دیتے رہے۔ بہترین شاعر ہونے کے ساتھ بڑے بہادر بھی تھے۔ سنہ ۸ھ کی جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔

۱۴۔ **حضرت زید بن ثابت** - یہ وہ عظیم المرتبت انصاری ہیں جنہیں صحابہ میں سب سے زیادہ کتابت وحی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت صدیقؓ اور حضرت ذی النورینؓ کے زمانوں میں جو قرآن مجید نقل ہوئے وہ انہی کی نگرانی میں تیار ہوئے ۵۶ برس کی عمر پا کر سنہ ۴۵ھ میں وفات پائی

۱۵۔ **حضرت معاویہؓ** - سردار قریش ابوسفیان کے فرزند اور اُم المومنین اُم حبیبہ کے بھائی ہیں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ایام خلافت میں بیس سال تک شام کے گورنر رہے اور اس کے بعد بیس برس تک نہایت مطلق العنانی کے ساتھ تمام دنیائے اسلام پر پوری شان و شوکت سے حکومت کی۔ بنو امیہ کے سب سے پہلے فرمانروا یہی ہیں۔ سنہ ۶۰ھ میں انتقال کیا۔

۱۶۔ **حضرت خالد بن ولید** - عراق و شام کے فاتح بے نظیر سپہ سالار۔ عدیم المثال بہادر دربار رسالت سے سیف اللہ کا خطاب پانے والے۔ عجیب و غریب شخصیت کے مالک تھے فتنہ ارتداد انہی کے زور بازو سے فرو ہوا مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کو ملیامیٹ کرنے والے یہی ہیں۔ تقریباً ۱۲۵ جنگوں میں داد شجاعت دی۔ سنہ ۲۱ھ میں وفات پائی۔

۱۷۔ **حضرت محمد بن مسلمہ** - قبیلۂ اوس کے معزز فرد۔ مشہور دشمن اسلام کعب بن اشرف یہودی کے قاتل۔ اور حضورؐ کے نہایت معتمد تھے۔ حضرت عمرؓ گورنروں سے باز پرس کرنے کے لئے انہی کو بھیجا کرتے تھے۔ بعمر ۷۷ سال سنہ ۴۶ھ میں بعہد حضرت معاویہ وفات پائی۔

۱۸۔ **حضرت عبداللہ** - مشہور دشمن اسلام رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے فرزند اور نہایت مخلص مسلمان تھے۔ سنہ ۱۲ھ میں وفات پائی حضورؐ کو ان کی خاطر کتنی عزیز تھی۔ ان کے باپ کے مرنے پر اپنی قمیص اتار کر اس کے کفن کیلئے دے دی۔ اور اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھی

۱۹۔ **حضرت مغیرہؓ بن شعبہ** - مشہور صحابی ہیں۔ شیخین کے زمانہ میں اکثر معرکہ آرائیوں میں مصروف رہے۔ حضرت معاویہ کے زبردست معاون تھے۔ سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی۔

۲۰۔ **حضرت عمرو بن العاصؓ** - عرب کے سب سے بڑے دانش مندوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اعلیٰ درجے کے سپہ سالار اور بڑے مدبر انسان تھے۔ مصر کے فاتح اور وہاں کے گورنر تھے۔ یہ نہ ہوتے تو حضرت معاویہ کو اس قدر شان و شوکت حاصل نہ ہوتی۔ بعمر نوے سال سنہ ۴۳ھ میں انتقال کیا۔

۲۱۔ **حضرت ثابت بن قیس** - اکابر صحابہؓ میں سے تھے۔ انصار کے علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ حضور کے خطیب اور فصیح البیان مقرر تھے۔ سنہ ۱۲ھ میں وفات پائی۔

۲۲۔ **حضرت حذیفہ بن الیمان** - حضرت عمرؓ کے عہد میں نہاوند اور مدائن کے گورنر تھے۔ حضورؐ کے محرم راز اور فقہ و حدیث کے بڑے عالم تھے۔ سنہ ۳۶ھ میں وفات پائی

۲۳۔ **حضرت عامرؓ بن فہیرہ** - آپ نے دعوت توحید کی ابتداء ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ ہجرت کے وقت حضورؐ کو غار ثور میں دودھ پہنچایا کرتے تھے۔ جنگ بئر معونہ سنہ ۴ھ میں شہید ہوئے۔

۲۴۔ **حضرت جہم بن صلت**

۲۵۔ **عبداللہ بن سعد بن ابی سرح** - یہ شخص لکھنا پڑھنا جانتا تھا مسلمان ہو چکا تھا۔ حضورؐ اس سے کبھی کبھی وحی لکھوایا کرتے تھے۔ لیکن یہ کچھ دنوں بعد مرتد ہو کر چلا گیا۔ اور حضور کی بدگوئیاں کرتا پھرتا تھا فتح مکہ کے وقت حضورؐ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا تھا مگر حضرت عثمانؓ کی سفارش سے (جن کا یہ عزیز تھا) معاف فرما دیا۔ پھر یہ دوبارہ مسلمان ہو گیا۔ حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عمرو بن العاص کو معزول کر کے اسے مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد لوگوں کی شکایات پر اسے معزول کر دیا۔ سنہ ۳۶ھ میں انتقال ہوا۔

کاتبانِ وحی کے ذکر پر بے اختیار وحی کے یہ الفاظ یاد آ رہے ہیں بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ (عبس ۱۵-۱۶) یعنی قرآن مجید کے اوراق ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جو لکھنے والے ہیں۔ بڑے درجے والے اور بڑے نیکوکار

نزولِ وحی کے وقت حضورؐ کا دستور العمل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۴۰ برس کی تھی جب آپؐ پر نزول وحی کا آغاز ہوا اور حیات مبارکہ کے آخر تک یہ سلسلہ جاری رہا یعنی موجودہ قرآن پاک آہستہ آہستہ ۲۳ برس کی مدت میں مکمل طور پر نازل ہوا۔ آپؐ کا دستور یہ تھا کہ جب آپؐ پر قرآن نازل ہوتا تھا آپؐ فوراً کسی ماہر کتابت صحابی کو بلواتے اور نازل شدہ حصہ لکھوا دیتے لکھوانے کے بعد پڑھوا کر سنتے اگر کوئی غلطی ہوتی تو تصحیح کروا دیتے۔ جو صحابہؓ اس وقت آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ان کو بھی سنا دیتے وہ یاد کر کے اپنے گھر جا کر اپنے اہل و عیال عزیز و اقارب اور دوست احباب کو سنا دیتے تھے اور اس طرح وہ آیت (یا آیات) شہر بھر کے تمام مسلمانوں میں مشہور ہو جاتی تھی۔ بعض صحابہ اپنے طور پر بھی لکھ لیا کرتے تھے اور حضور انہیں منع نہیں فرماتے تھے۔ مگر ان کو آپؐ کی یہ ہدایت تھی کہ میرے منہ سے جو باتیں نکلتی ہیں ان میں سے تم قرآن کے سوا کچھ نہ لکھا کرو۔ یہ ارشاد مبارک اس وجہ سے تھا کہ قرآنی وحی خاص طور پر بالکل الگ اور ممتاز رہے اور حضور کے ذاتی ارشادات اس میں ملنے نہ پائیں۔ یہی وجہ تھی کہ احادیث حضور کے وصال کے ایک سو سال بعد مدوّن ہونی شروع ہوئیں مگر قرآن کریم کا ایک ایک حرف حضورؐ کی زندگی میں ہی لکھا جا چکا تھا۔

اس بات کے ثبوت میں کہ قرآنی وحی حضورؐ لکھوا دیا کرتے تھے نہایت وسیع اندرونی و بیرونی شہادتیں موجود ہیں۔ اندرونی شہادتیں قرآن کریم کی ہیں اور بیرونی احادیث رسولؐ کی۔

احادیث سے ثابت ہے کہ

۱۔ وحی الٰہی لکھنے کے لئے بعض صحابہ مقرر تھے۔ ان میں زید بن ثابت مخصوص تھے

۲۔ کاتبانِ وحی کے پاس وحی لکھنے کا سامان موجود رہتا تھا۔

۳۔ ہر آیت حضورؐ وہاں لکھوا دیا کرتے تھے جہاں اس کا موقع ہوتا تھا۔

اس بات کے متعلق کہ قرآن کی کوئی آیت کس سورت میں اور کس آیت کے بعد لکھی جائے دو شکلیں تھیں:-

(الف) کبھی حضرت جبرائیل خدا سے خبر پا کر حضورؐ سے خود کہہ دیتے تھے کہ اس آیت کو فلاں جگہ لکھوا دیجئے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ (اس دن سے ڈرو جب تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے) تو جبرئیل امین نے کہا "اس کو بقرہ کی ۲۸۰ آیتوں کے بعد لکھوائیے" (درمنثور و الانوار ص۴۰ بحوالہ خازن جلد اول)

(ب) حضورؐ اپنے اعلیٰ درجہ کے ملکۂ نبوت سے بطور خود بھی یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کو فلاں مقام پر لکھو۔ لکھوانے کے بعد آپ پوری طرح اطمینان کر لیا کرتے تھے کہ آیت ٹھیک آپ کی ہدایت کے مطابق لکھی گئی ہے۔

عہدِ نبوی میں کاتبانِ قرآن کی کثرت

مخصوص کاتبانِ وحی کے علاوہ سینکڑوں دوسرے صحابہؓ بھی اپنے طور پر خدا کی پاک وحی کو لکھ کر اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔

قرآن اور دیگر کتب مقدسہ

توراۃ۔ انجیل۔ ژند اور اوستا اور وید کو ایک طرف رکھو اور قرآن کریم کو دوسری طرف تو ان میں نمایاں فرق نظر آئے گا۔ مثلاً

۱۔ کوئی بھی کتاب روزانہ بار بار نمازوں وغیرہ میں تلاوت کے ذریعہ اس کثرت سے نہیں پڑھی جاتی جتنا قرآن کریم۔

۲۔ کوئی کتاب ایسی نہیں کہ اس کے حافظ بکثرت دنیا کے ہر گوشے میں ہوں سوائے قرآن کے۔

۳۔ تمام کتابوں کے مختلف ایڈیشنوں میں کئی فرق ملتے ہیں اور وہ تحریف و تبدیلی سے محفوظ نہیں رہ سکیں۔ صرف قرآن ہی ہے جو ۱۴۰۰ برس سے بالکل محفوظ چلا آ رہا ہے

۴۔ کوئی کتاب قرآن کے سوا ایسی نہیں جو انسانی زندگی کے تمام گوشوں پر حاوی ہدایات اپنے اندر رکھتی ہو۔

۵۔ معرفت الٰہی کے متعلق جو حقائق اور لطیف نکتے قرآن میں ہیں وہ دوسری کتابوں میں اس کثرت سے نہیں ملتے

۶۔ قرآن میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ متکلم نظر آتے ہیں۔ یہ خصوصیت اس شان سے اور کہیں نہیں ملتی

۷۔ تمام باطنی خوبیوں کا مجموعہ اور روحانی خزائن کا گنجینہ جیسا قرآن ہے کوئی دوسری کتاب نہیں ہے۔

۸۔ قرآن کے سوا کوئی کتاب نہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ میں تمام دنیا اور ہر زمانے کے لئے ہوں

۹۔ دوسرے مذاہب کے انبیاء و مصلحین کا جیسا احترام قرآن نے کیا اور سکھایا ہے کوئی دوسری کتاب اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی

۱۰۔ قرآن بار بار دعوےٰ کرتا ہے کہ وہ اپنے مومنوں کے لئے رحمت، بشارت، ہدایت اور نور ہے اس کا ثبوت ہر دور کے مسلمانوں کی زندگیوں میں ملتا رہا ہے۔ اس باب میں بھی قرآن منفرد ہے

(بشکریہ فیض الاسلام راولپنڈی)

قرآن پاک کی بے مثل خصوصیات

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی ناظر بیت المال آمد قادیان

بے مثل کلام

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ وہ زمانہ تھا جب سارے جزیرہ نمائے عرب میں فصحائے عرب کا ایک غلغلہ برپا تھا۔ عرب شعراء داد باد اپنی فصاحت و بلاغت کے دریا بہا رہے تھے۔ شعر و ادب کے اکھاڑے بنے تھے۔ اور نامور شاعر و ادیب بڑے طمطراق اور طمطراق کے ساتھ خم ٹھونک کر میدان میں اترتے تھے۔ اور داد فصاحت وصول کرتے تھے۔ اور اس میں شک بھی کیا ہے کہ ان کی فصاحت و بلاغت اُس دور کے معیار کے پیش نظر فی الواقع قابل داد تھی۔ یوں تو تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد شعر و شاعری کے مقابلے ہوتے رہتے تھے لیکن عُکاظ کا میلہ بطور خاص ان ادبی مجالس اور مقابلوں کے لئے مشہور تھا۔ شاعر اور ادیب دور دراز سے آتے اور اپنی نکتہ وریوں، سخن سنجیوں اور ادبی موشگافیوں کے مظاہرے کرتے۔ مکہ مکرمہ جو اس وقت بھی قبلۂ عالمیاں تھا وہاں کعبے کی عمارت میں عربی زبان کے سات مشہور عالم قصیدے لٹکے رہتے تھے جو "سبعۂ معلقہ" کے نام سے مشہور تھے اور خطۂ عرب کے سات چیدہ نامور شعراء کی ادبی بلند پروازیوں کے شاہکار تھے۔

غرض خطۂ عرب بالخصوص مکہ مکرمہ کا ماحول بلند پایہ شعر و شاعری کا گہوارہ تھا۔ کہیں ولید بن مغیرہ کی شاعری کا طوطی بولتا تھا اور کہیں عتبہ بن ربیعہ کا ڈنکا بجتا تھا۔ یہی زمانہ اور ماحول تھا جب غار حرا سے ابدی صداقت کا سورج طلوع ہوا۔ اس خورشید عالمتاب کے طلوع کے ساتھ ہی وہ تمام چراغ خود بخود مدھم اور ماند پڑ گئے۔ اور فصحائے عرب اپنی مایۂ ناز بیاضیں بغلوں میں داب کر گوشہ نشین ہو گئے۔ بقول غالب ؎

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم

لیکن ان فصحائے عرب کا زعم باطل رہ رہ کر ابھرتا تھا وہ جو ادبی سنجیوں کے شہنشاہ کہلاتے تھے ان کی شہنشاہی کو ایک اُمّی نے خاک میں ملا کر رکھ دیا تھا۔ ان کی فصاحت و بلاغت کے دریا تیز بہتے بہتے اچانک رک گئے تھے۔ اور شعر و ادب میں ان کی پرانی اجارہ داری یکلخت ختم ہو گئی تھی پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ خاموشی کے ساتھ اس شکست فاش کو تسلیم کر لیتے۔ چنانچہ عتبہ بن ربیعہ جو عرب کا نامور شاعر اور ادیب تھا اس نے اپنے ثناخوانوں کی انگیخت پر یہ پروگرام بنایا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے اور اپنی فصاحت و بلاغت سے آپ کو مرعوب کرے اور اپنے کلام کا تفوق تسلیم کرائے وہ اپنی لسانی کا زعم و ناز دل میں لئے کچھ ادبی نکات و فقرات کی جگالی کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا۔ اور ایک بڑی بلند پایہ تقریر کی۔

آنحضرت صلعم نے اس کی تقریر کے جواب میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورہ حٰم سجدہ کی یہ آیات تلاوت فرمائیں حٰمٓ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ .... اور لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ تک پڑھتے چلے گئے (یعنی یہ کتاب خدائے رحمٰن و رحیم کی طرف سے نازل کی گئی ہے ...... تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ سورج اور چاند کے خالق کو سجدہ کرو)

عتبہ حیرت زدہ اور مبہوت ہو کر آسمانی کلام کو سنتا رہا۔ جس کے سامنے اس کی ساری زمینی فصاحت دب کر رہ گئی۔ وہ خاموشی سے اٹھا اور اپنی قوم کے ان ثناخوانوں کے پاس پہنچا جو اس یقین سے بیٹھے منتظر تھے کہ عتبہ ابھی آکر اپنی فتح کی خوشخبری سنائے گا۔ لیکن اس کے لٹکے ہوئے مایوسی زدہ چہرے کو دیکھ کر ان کی امیدوں پر موت وارد ہو گئی۔ اور جب اس نے اپنی روداد یوں بیان کی کہ

> "خدا کی قسم آج میں نے وہ کلام سنا ہے کہ ویسا کلام کبھی نہ سنا تھا۔ وہ کلام جو محمدؐ نے سنایا ہے وہ نہ تو شعر ہے نہ کہانت۔ اور نہ سحر ہے اور نہ شعبدہ۔ لیکن اے قریش! میری بات مانو۔ اس شخص کے راستے سے ہٹ جاؤ اور اسے آسمانی صداقت کی تبلیغ سے نہ روکو خدا کی قسم! جو کلام میں نے سنا ہے وہ اتنا بلند پایہ اور بے مثل ہے کہ اس کی عظمت قائم ہو کر رہے گی۔"

تو قریش کی مایوسی دیدنی تھی۔

ولید بن مغیرہ جو شعر و ادب میں ایک سند مانا جاتا تھا قرآن مجید کے جذب و اثر کا شہرہ سن کر حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے درخواست کی کہ قرآن کریم کا کچھ حصہ سنائیں۔ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى (اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے) وہ ولید جس نے ساری عمر اپنی فصاحت و بلاغت کا سارا زور تعلیوں اور خود ستائیوں پر صرف کیا تھا۔ اس نرم و لطیف اور محبت آمیز کلام کو سن کر دم بخود رہ گیا۔ اور قریش کے پاس جا کر کہا:-

> "خدا کی قسم! تجھ سے زیادہ نظم رجز اور شاعری کی دوسری اصناف کو جاننے والا تم میں ایک بھی نہیں لیکن قرآنی کلام کی صنف ایک بالکل نرالی اور موثر ہے۔ جو اس قدر بلند ہے کہ شعر و ادب کی تمام اصناف سے فائق ہونے کا جائز حق رکھتی ہے۔"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن پاک کی بلند پایہ حیثیت کے بارہ میں فرماتے ہیں ؎

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

قرآن پاک کا چیلنج

اب سے چودہ صدیاں قبل جب عرب میں بڑے بڑے نامور اور سرکردہ شاعر و ادیب تھے۔ قرآن پاک نے یہ کھلا چیلنج دیا تھا اور ساری دنیا کو مخاطب کر کے غیرت دلائی تھی کہ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ - اے لوگو! اے ساری دنیا کے لوگو! اگر تمہیں اس قرآن کے کلام خدا ہونے میں کچھ شک ہے تو تم اس کلام کی مثل لاؤ۔ اور تمہیں اجازت ہے کہ اپنے تمام اکابر و اعاظم اور معبودوں اور دوستوں کی بھی مدد حاصل کر لو۔ لیکن تم اگر اس کی مثل نہ لا سکو اس کی ایک چھوٹی سی سورت کی مثل بھی لا سکو - اور یاد رکھو! کہ تم اب اے مخالفین اسلام! سالہا سال گزر جائیں گے۔ قرنہا قرن گزر جائیں گے۔ تم اور تمہارے ... قیامت تک ... اس کی ایک سورت کی مثل بھی نہ لا سکو گے

قرآن پاک کا یہ چیلنج آج بھی تازہ ہے اور ۱۴۰۰ سال گزر جانے پر بھی لاجواب ہے اور قیامت تک لاجواب رہے گا۔

حفاظت قرآن

قرآن پاک کو نازل کرنے والی عظیم و برتر ہستی نے ایک وعدہ یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ اس کی ہر جہت سے حفاظت فرمائے گا لفظی بھی اور معنوی بھی۔ چنانچہ فرمایا

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

اور ہم دیکھ رہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بڑی شان سے ہر زمانہ میں پورا ہوا اور یوم آخرت تک پورا ہوتا رہے گا۔ یہ شرف صرف اور صرف قرآن مجید ہی کو حاصل ہے کہ تیس پاروں کی یہ بے مثل آسمانی کتاب ہر دور میں لاکھوں لاکھ سینوں میں محفوظ رہی۔ اور کاغذوں پر ہی نہیں دلوں پر لکھی جاتی رہی۔ اتنی بڑی کتاب کو ایک ایک زیر و زبر پیش اور مد کے ساتھ ہر دور میں لاکھوں لاکھ فرزندان اسلام کا حفظ کرنا جہاں ایک طرف اہل اسلام کی کلام مجید سے محبت اور عشق کو ظاہر کرتا ہے وہاں ایک ایسا معجزہ بھی ہے جس کی مثل دنیا کا کوئی بھی مذہب لانے سے قاصر ہے۔ چودہ صدیوں کا ایک ایک دن اس امر پر شاہد ہے کہ کاتب۔ قاری۔ حافظ اور علماء ایک دینی شوق اور مذہبی عشق کے ساتھ ہمیشہ اس کی لفظی اور معنوی حفاظت پر کمربستہ رہے۔ چنانچہ نامور مستشرق میور کا اعتراف ہے کہ

> "جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک (اب چودہ کہیئے) ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو"

اسلام کے مخالفین نے قرآن عظیم کے متعلق مختلف پیرایوں میں اپنے بغض کا اظہار کیا ہے اور یہاں تک چاہا کہ قرآن کا وجود ہی دنیا سے ختم ہو جائے لیکن جس کی حفاظت کا ذمہ خود خالق دو جہاں نے اٹھایا ہو! اسے کون نابود کر سکتا ہے۔ چنانچہ برطانیہ کا مشہور وزیر اعظم گلیڈسٹون جو دشمن اسلام تھا اپنی یہ حسرت دل ہی میں لئے مر گیا کہ

> "یہ کتاب (قرآن) مسلمانوں کے ہاتھ سے لے کر جلا دینی چاہیئے جب تک یہ کتاب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے یقیناً یہ بدبخت ..... عیسائیت کے دشمن رہیں گے۔"

اس بدنصیب کو کیا معلوم تھا کہ اس کتاب کا محافظ خود خدا ہے!

والدین کی اطاعت اور احترام کے متعلق قرآنی تعلیم

(۱)

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے والدین کی اطاعت و احترام کے متعلق بڑی تاکید فرمائی ہے۔ ان کے احترام اور ان کی خدمت کو جنت کے ثواب کا موجب قرار دیا ہے اور ان کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ شرک کے سوا باقی تمام امور میں اللہ تعالیٰ نے والدین کی انتہائی اطاعت اور فرمانبرداری کے احکام دئے ہیں۔ دنیا میں والدین کا وجود مجسم رحمت، برکت اور طمانیت ہے۔ یہ ایک ایسا خونی رشتہ ہے جو جذبۂ محبت، وابستگی اور عشق کے رابطہ کو لئے ہوئے ہے۔ والدین کی اطاعت اور ان کی خدمت کو خدا تعالیٰ نے اپنی خوشنودی اور رضا کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ والدین کی خدمت اور ان کے حقوق کی نگہداشت کرنا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ والدین کی دعا اور توجہ سے اولاد کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کی دعا میں غیر معمولی سوز، رقت اور جذبۂ عاطفت و شفقت ہوا کرتا ہے۔ وہ راتوں کو اٹھ کر بیدار ہوتے ہیں اور اپنے بچوں کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے ہیں۔ بچے تو لاابالی اور بے سوز ہوتے ہیں مگر والدین ان کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ والدین کے اولاد پر احسانات ان گنت ہوتے ہیں۔ ان کی موجودگی سے غیر معمولی اطمینان ہوتا ہے۔ مگر جب والدین گزر جاتے ہیں تو ان کی اولاد کو یتیم کہا جاتا ہے کیونکہ اولاد والدین کی شفقت اور بزرگانہ عاطفت سے محروم ہو جاتی ہے اور وہ اکیلے رہ جاتے ہیں۔ اور ان کی پدرانہ نوازشات سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو والدین کا وجود بچہ کی زندگی کے ہر مرحلہ میں سایۂ عاطفت کو لئے ہوئے ہے جس کے نتیجہ میں اولاد پروان چڑھتی ہے۔

(۲)

قرآن کریم میں والدین کے مقام و احترام کے متعلق مذکور ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

(العنکبوت آیت ۹)

ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ دونوں تجھ سے اس بات میں بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک قرار دے حالانکہ اس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی فرمانبرداری نہ کر۔ کیونکہ تم سب نے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اور میں تمہارے عمل کی حقیقت سے تم کو واقف کروں گا۔

آیت بالا میں والدین سے حسن سلوک بمنزلہ حکم کے ہے۔ اور اس کا تارک گنہگار ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ

(الاحقاف آیت ۱۶)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے احسان کی تعلیم دی تھی کیونکہ اس کی ماں نے اس کو تکلیف کے ساتھ پیٹ میں اٹھایا تھا اور تکلیف کے ساتھ اس کو جنا تھا۔ اور اس کے اٹھانے اور دودھ چھڑانے پر تیس مہینے لگے تھے۔ پھر جب یہ انسان اپنی کامل جوانی یعنی چالیس سال کو پہنچ گیا تو اس نے کہا کہ اے میرے رب مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور اس بات کی بھی توفیق دے کہ میں ایسے اچھے اعمال کروں جن کو تو پسند کرے اور میری اولاد میں بھی نیکی کی بنیاد قائم کر۔ میں تیری طرف جھکتا ہوں اور میں تیرے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں

آیت بالا میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا تاکیدی ارشاد ہے اور اس کے ساتھ ہی والدہ کا احسان جو بچے کے ساتھ ایام حمل سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور ولادت کے وقت جس تکلیف اور کمزوری کا سامنا والدہ کو کرنا پڑتا ہے۔ اور ایام رضاعت میں جبکہ بچہ ایک چھوٹی سی کونپل کی مانند ہوتا ہے۔ معمولی سی غفلت بچے کو ہمیشہ کے لئے ختم کر سکتی ہے ایسے نازک وقت میں والدہ کی شفقت اور نگہداشت کو یاد دلاکر والدین کی اطاعت کی اہمیت کو بتایا ہے

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا

(بنی اسرائیل آیت ۲۴)

تیرے رب نے اس بات کا تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور نیز یہ کہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کسی ایک پر یا ان دونوں پر تیری زندگی میں بڑھاپا آجائے تو انہیں ان کی کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اُف تک نہ کہہ اور نہ انہیں جھڑک اور ان سے ہمیشہ نرمی سے بات کر۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

(بنی اسرائیل آیت ۲۵)

اور رحم کے جذبہ کے ماتحت ان کے سامنے عاجزانہ رویہ اختیار کر اور ان کے لئے دعا کرتے وقت کہا کر کہ اے میرے رب ان پر مہربانی فرما کیونکہ انہوں نے بچپن کی حالت میں میری پرورش کی تھی۔

آیات بالا میں خدا تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے بعد والدین کے ساتھ نیک سلوک کا حکم دیا ہے بعض بچے والدین کے ساتھ ان کے بڑھاپے میں بہت ہی بُرا سلوک کرتے ہیں اس لئے اس مقام پر اس چیز کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔

ہمارے معاشرہ میں بہت سے افراد ایسے ہیں کہ جن کا سلوک اپنے والدین کے ساتھ مندرجہ بالا قرآنی احکام اور روح کے بالکل منافی ہے۔ اور وہ اپنے والدین کا کماحقہٗ اور مناسب احترام نہیں کرتے۔ نہ ہی ان کے احساسات و حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔ بعض ایسے بدبخت بھی ہیں جن کو اگر کوئی اچھا عہدہ مل جائے تو وہ اپنے غریب والدین کے تعارف کرانے میں ہتک محسوس کرتے ہیں اور بعض ان سے ملتے بھی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنی وحی کا ہی یہ اثر تھا کہ ایک دفعہ آپ نے پرشوکت انداز میں فرمایا:۔

رَغِمَ أَنْفُهُ رَغِمَ أَنْفُهُ رَغِمَ أَنْفُهُ

اس کا ناک خاک آلودہ ہو۔ اس کا ناک خاک آلودہ ہو۔ اس کا ناک خاک آلودہ ہو

اس فقرہ پر صحابہؓ نے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے کس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ صحابہ نے استغفار کرنا شروع کر دیا اور استفسار کیا کہ یا رسول اللہ کس کا ناک خاک آلودہ ہو؟ آپؐ نے جواباً فرمایا:

مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَهُ الْكِبَرُ أَوْ أَحَدَهُمَا فَدَخَلَ النَّارَ

(الادب المفرد)

کہ جس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ گیا ہو مگر وہ ان کی خدمت کی محرومی سے جہنم میں داخل ہونے کا مستحق ہو گیا ہو۔

آجکل بالعموم اس قسم کی شکایات سننے میں آتی ہیں کہ اولاد والدین کی نہ تو عزت کرتی ہے اور نہ ان کی خدمت کرتی ہے۔ بلکہ بعض ایسے گستاخ لڑکے بھی ہوتے ہیں جو والدین کے لئے سردردی اور مشکلات کا باعث بن جاتے ہیں اور بعض تو والدین کو عدالتوں میں گھسیٹتے ہیں اور ان پر انتہائی گستاخانہ اور بے ادبی سے جرح کی جاتی ہے۔ یا للاسف و یا للعجب

قرآن کریم نے والدین کے انتہائی احترام اور اطاعت کی جہاں تلقین فرمائی ہے وہاں ان کے متعلق دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ والدین جو اپنے بچوں کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ بچوں کی تکلیف اور پریشانی کے وقت ان کی پریشانی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور خوشی و مسرت کے وقت والدین بھی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ والدین کی خدمت انسانی ضمیر کو مطمئن کرنے کا بہترین وسیلہ ہے اور ان کی طرف سے بے اعتنائی کرنا خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے کا باعث ہے۔ مبارک ہیں وہ جو والدین کی خدمت کر کے خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی، اور اس کے فضلوں کو حاصل کرتے ہیں

(الفضل)

—: درخواست دعا :—

عزیز محترم ڈاکٹر محمد حسین صاحب ساجد ایم ڈی امریکہ بعض پریشانیوں سے دوچار ہیں۔ ان کی پریشانیوں کے ازالہ کے لئے احباب کرام دعا کر کے ممنون فرمائیں۔

محترمہ عزیزہ جہاں آرا طاہر اہلیہ برادرم ڈاکٹر محمد طاہر صاحب ڈاکٹری کا ایک امتحان دے رہی ہیں ان کی اعلیٰ کامیابی کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے

خاکسار فیض احمد گجراتی درویش قادیان

حصولِ تقویٰ کے ذرائع از رُوئے قرآن مجید

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

تقویٰ کے معنی

تقویٰ کے لغوی معنے بچنے کے ہیں۔ اور شرعی اصطلاح میں متقی اس کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو ان چیزوں سے بچائے جو اسے آخرت میں ضرر دیں گی۔ علامہ بیضاوی نے اس کے تین مدارج بیان کئے ہیں۔ اوّل یہ کہ شرک سے بیزار ہو کر عذاب دائمی سے بچنا۔ دوم ہر اس فعل یا ترکِ فعل سے مجتنب رہنا جو گناہ پیدا کر دے۔ اور سوم ہر اس چیز سے دور رہنا جو یادِ الٰہی سے غافل کر دے۔ اور خدا تعالیٰ کے تصور میں مستغرق ہو جانا یہی حقیقی تقویٰ ہے۔

شریعت کا مقصد

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے کے مناسبِ حال جو شریعتیں نازل فرمائیں ان سب کا مقصد یہی تھا کہ بنی نوعِ انسان میں تقویٰ پیدا کیا جائے اور یہی مقصدِ اعلیٰ ہے کہ شریعتِ کاملہ یعنی قرآن مجید بھی آیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِىْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (الزمر : ۲۹)

یعنی ہم نے اس کو قرآن بنایا ہے جو اپنا مطلب کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ اس میں کوئی کجی نہیں (یہ اس لئے اترا ہے) کہ تا لوگ تقویٰ اختیار کریں۔

گویا قرآن مجید نے تقویٰ کی نہایت ہی آسان راہیں بیان کر دی ہیں جن کو معمولی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے اور قرآن مجید نے جس قدر تقویٰ پر زور دیا ہے اور بار بار اس کی تاکید کی ہے یہ صرف اسی کا حصہ ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر ایک نیکی کے لئے تقویٰ بمنزلہ جڑ کے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوت بخشتی ہے اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے۔ اور اس قدر تاکید فرمانے میں بھید یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے اور ہر ایک فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے ایک قلعہ ہے“

(ایامِ الصلح صفحہ ۱۰۰)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔

”یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہو گی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہو گا۔“

(کشتی نوح صفحہ ...)

حصولِ تقویٰ کے ذرائع

پس جب ہر ایک نیکی کے لئے تقویٰ ضروری ہے تو یہ ایک بدیہی نتیجہ ہے کہ کوئی انسان بغیر تقویٰ کے نہ تو نیک کہلا سکتا ہے اور نہ ہی اخلاقِ فاضلہ سے متصف سمجھا جا سکتا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو مجسم اخلاقِ فاضلہ تھے آپ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن کہ آپ نے قرآنی شریعت کو عمل کے قالب میں ڈھالا کر ایک زندہ اور کامل اسوۂ حسنہ دنیا کے سامنے پیش کیا یا بالفاظِ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے تقویٰ کی ان سب باریک در باریک راہوں پر قدم مارا جو قرآن نے بیان کی ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن مجید کے تمام اوامر و نواہی حصولِ تقویٰ کے ذرائع ہیں ان ذرائع کو سورۂ بقرہ کے ابتدا میں مختصر الفاظ میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(البقرہ : ۳ تا ۶)

یعنی قرآن مجید متقیوں کو ہدایت دینے والا ہے جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں اور جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا تھا اس پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ یقیناً اس ہدایت پر قائم ہیں جو ان کے رب کی طرف سے آئی ہے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اسی طرح فرمایا

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرہ : ۱۷۸)

پس کامل نیکی وہ ہے جو اللہ، روزِ آخرت، ملائکہ (الٰہی) کتاب اور سب نبیوں پر ایمان لایا اور اس (اللہ) کی محبت کی وجہ سے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کو نیز غلاموں (کی آزادی) کے لئے اپنا مال دیا اور نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ کو ادا کیا اور اپنے عہد کو جب بھی کوئی عہد کر لیں پورا کرنے والے اور (خاص کر) تنگی اور بیماری میں اور جنگ کے وقت برداشت سے کام لینے والے (کامل نیک) ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (اپنے قول کے) سچے نکلے اور یہی لوگ کامل متقی ہیں۔

ان آیات کی روشنی میں حسبِ ذیل اصول اور بنیادی ذرائع تقویٰ کے بیان کئے گئے ہیں:۔

۱۔ اللہ پر ایمان

اللہ کی ہستی روحانیت اور مذہب کا بنیادی اور مرکزی نقطہ ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ کا کامل تصور انسان کے ذہن میں نہیں ہو گا تب تک نہ تو خدائے واحد و خالق و مالک سے محبت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس کی مخلوق سے ہمدردی۔ قرآن پاک نے نہایت تفصیل سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا تصور پیش کیا ہے جو تمام عیوب سے پاک اور تمام صفاتِ حسنہ سے متصف ہے۔ اگر انسان کا ایمان خدا پر پوری بصیرت کے ساتھ ہو تو اس کا کوئی کام ریاکاری کے لئے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا کی نظر انسان کے باطن تک ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی خوب فرمایا ہے:۔

”اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا ...... خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔“

(کشتی نوح صفحہ ۲۰)

۲۔ آخرت پر یقین

تقویٰ کے حصول کا دوسرا ذریعہ آخرت پر یقین ہے۔ یعنی موت کے بعد انسان ایک نئی زندگی حاصل کر کے اپنے اچھے یا برے اعمال کا بدلہ پائے گا۔ جب یہ یقین انسان میں پیدا ہو جاتا ہے تو نہ وہ حقوق اللہ میں کوتاہی کی جرأت کر سکتا ہے اور نہ ہی حقوق العباد غصب کرنے کی کوشش۔ موجودہ زمانے میں بے شمار برائیوں کے پھیلنے کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں کو آخرت پر یقین نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو۔ اور سنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں۔ یقین ہی ہے جو گناہ سے چھڑاتا ہے۔ یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا ہے۔ یقین ہی ہے جو خدا کا عاشقِ صادق بناتا ہے۔ کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو؟ کیا تم جذباتِ نفس سے بغیر یقینی تجلی کے رک سکتے ہو؟ کیا تم بغیر یقین کے کوئی تسلی پا سکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو ..... گناہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک زہریلے سانپ کو دیکھ رہے ہو۔“ (کشتی نوح صفحہ ۶۱)

۳۔ فرشتوں پر ایمان

تیسرا ذریعہ حصولِ تقویٰ کا فرشتوں پر ایمان ہے۔ جو خدا کی ایک نظر نہ آنے والی مگر نہایت اہم مخلوق ہے۔ جو دنیا کے کاموں کو چلانے کے لئے خدا کی طرف سے پیدا کئے ہوئے اسباب کے نگران ہیں۔ اور فرشتے خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان پیغام رسانی کا واسطہ بھی بنتے ہیں اور اسی طرح اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ کے مطابق انسان کی نگرانی کا کام بھی کرتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ انسان کو یہ یقین بھی ہو کہ فرشتے بھی ہماری ہر وقت نگرانی کر رہے ہیں تو برائیوں کی راہ سے وہ تمام کشی اختیار

کرتیا اور نیکیوں کی طرف اپنا قدم بڑھاتا ہے تاکہ اس کی اچھی کارگردگی کی رپورٹ مرتب ہو۔

۴ - الٰہی کتاب پر ایمان

چوتھا ذریعہ حصولِ تقویٰ کا کتابِ الٰہی پر ایمان ہے۔ یعنی قرآن مجید جو انسان کے لئے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ خود اپنی مرضی نہ بتلائے تب تک انسان اس کی رضا کی راہوں کو اختیار نہیں کر سکتا۔ سو خدا نے اس کی اس تشنگی کے مطابق کامل شریعت نازل فرمائی تاکہ انسان خدا کی منشاء کے مطابق اس کے احکام کی بجا آوری کرے۔ اس ذریعہ کو چھوڑنے کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ انسان بے قاعدہ اور خودسرانہ زندگی بسر کرے گا۔ اور جب ہم عام دنیوی قانون میں یہی دیکھتے ہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کو صرف اپنی مرضی سے خوش نہیں کر سکتا تو پھر وہ خدا کی خوشنودی کیسے حاصل کر سکے گا۔

۵ - نبیوں پر ایمان

پانچواں ذریعہ تقویٰ کے حصول کا نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانا ہے۔ کیونکہ انبیاء اپنے عملی نمونے سے خدا کا منشاء ظاہر کرنے والے ہوتے ہیں۔ جن کے ذریعہ خدا کی ہستی اور وجود کا پتہ چلتا ہے۔ پھر تمام انبیاء میں سے آخری صاحبِ شریعت نبی اور خاتم النبیین ہمارے آقا حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے خود قرآن مجید میں یہ بیان فرمادیا ہے کہ اگر تم محبوبِ الٰہی بننا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ الغرض نبی کا شناخت کرنا خداشناسی کا ایک اہم ذریعہ ہے جس کو نظر انداز کر کے تقویٰ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"پس چونکہ قدیم سے اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے **خدا کا شناخت کرنا** نبی کے شناخت کرنے سے وابستہ ہے اس لئے یہ خود غیر ممکن اور محال ہے کہ بجز ذریعہ نبی کے توحید مل سکے۔ نبی خدا کی صورت دیکھنے کا آئینہ ہوتا ہے اسی آئینہ کے ذریعہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے ...... تب دنیا کو پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے۔ پس جن لوگوں کا وجود ضروری طور پر خدا کے قدیم قانونِ ازلی کے رُو سے خداشناسی کے لئے ذریعہ مقرر ہو چکا ہے ان پر ایمان لانا توحید کی ایک جزو ہے۔ اور بجز اس ایمان کے توحید کامل نہیں ہو سکتی۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۱۲)

۶ - عبادات

چھٹا ذریعہ حصولِ تقویٰ کے لئے عباداتِ الٰہی ہیں جن کو اقامتِ صلوٰۃ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ۔ یعنی جو شخص کسی سے پیار کرتا ہے اس کا کثرت سے ذکر بھی کرتا ہے۔ اسی طرح جب کسی انسان کے دل میں محبتِ الٰہی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کے دل و دماغ میں ہمیشہ اسی کی یاد سمائی رہتی ہے۔ حضرت مصلح موعود نے اس کیفیت کو بڑے ہی خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے ؎

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

اور قرآن مجید نے نماز کے تعلق سے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔ یعنی نماز بے حیائیوں، بری اور ناپسندیدہ باتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"نماز بھی گناہوں سے بچنے کا ایک آلہ ہے نماز کی یہ صفت ہے کہ انسان کو گناہ اور بدکاری سے ہٹا دیتی ہے۔ سو تم ویسی نماز کی تلاش کرو۔ اور اپنی نماز کو ایسی بنانے کی کوشش کرو۔ نماز نعمتوں کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیض اسی نماز کے ذریعہ آتے ہیں۔ سو اس کو سنوار کر ادا کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کے وارث بنو۔"

(ملفوظات جلد پنجم ص۱۲۶)

اسی طرح عبادات میں روزہ حج اور زکوٰۃ بھی ہیں جو تقویٰ کی راہوں کو استوار کر کے تزکیۂ نفس کے سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

۷ - انفاق فی سبیل اللہ

انسان میں بہت سی خرابیاں بخل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں جن کا اثر نہ صرف انفرادی ہوتا ہے بلکہ معاشرہ بھی ان سے متاثر ہوتا ہے، جو تقویٰ کے خلاف ہے۔ اس لئے ساتواں ذریعہ حصولِ تقویٰ کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ بیان فرمایا کہ خدا کی محبت کی خاطر دینی اور قومی ضروریات کے لئے حسبِ استطاعت اپنی صلاحیتیں اور اپنے اموال خرچ کئے جائیں۔ کیونکہ جو شخص خدا کی راہ میں کچھ بھی خرچ نہیں کرتا وہ آخرکار ہدایت سے محروم رہ جاتا ہے اور جب ہدایت سے محروم رہ گیا تو تقویٰ کہاں سے حاصل ہوگا۔ اسی لئے قرآن مجید میں تقویٰ پر بہت زور دیا گیا ہے۔

۸ - پابندیٔ عہد

ایک ذریعہ حصولِ تقویٰ کا عہد کی پابندی ہے۔ خواہ وہ عہد اللہ تعالےٰ سے کیا گیا ہو یا بندوں سے۔ خواہ وہ انفرادی ہو یا قومی۔ اور یہ ایک ایسا خلق ہے جس کے فقدان کے سبب نہ صرف یہ کہ [illegible] بے اعتمادی بڑھ جاتی ہے۔ بلکہ فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جاتا اور اتحاد و امن تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ مفاد پرستی اور مادہ پرستی غالب آجاتی اور روحانیت مٹ جاتی ہے۔ اس لئے جب تک کسی فرد یا قوم میں پابندیٔ عہد کا کیریکٹر پختہ نہیں ہو جاتا تب تک وہ تقویٰ کی راہوں کو اختیار نہیں کر سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تابمقدور کاربند ہو جائے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۳۵)

۹ - ثابت قدمی

قرآن مجید نے تقویٰ کا ایک ذریعہ صبر بھی بیان کیا ہے۔ یعنی انسان پر کس قدر ہی تنگی کیوں نہ ہو اور کتنی ہی بڑی سے بڑی مصیبت اور آزمائش ہی کیوں نہ آئے اس کے پائے ثبات میں لغزش نہ آنی چاہیئے۔ اس کا تعلق خدا اور اس کے دین سے نہیں ٹوٹنا چاہیئے۔ کیونکہ خداتعالیٰ ایک دوست کی مانند کبھی انسان کی بات مان لیتا ہے اور کبھی اپنی بات منوانا چاہتا ہے اگر ایسے وقت میں انسان راضی برضا الٰہی نہیں ہوتا اس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں تو وہ ہدایت کے سرچشمہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے "صبر" پر بھی بہت زور دیا ہے۔

۱۰ - صدق

اسی طرح حصولِ تقویٰ کا ایک ذریعہ صدق یعنی راستبازی اور سچائی ہے۔ انسان پر خواہ کیسا ہی وقت آئے جس میں اس کی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہے اس موقعہ پر صدق اور راستبازی کو اختیار کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں بہت سی نیکیوں کے کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

الغرض یہ چند اصولی اور بنیادی ذرائع بیان کئے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اخلاقِ حسنہ اور اخلاقِ سیئہ سے متعلق جس قدر قرآنی تعلیمات ہیں وہ سب کی سب حصولِ تقویٰ کے ذرائع ہیں۔ اگر انسان صرف ایک آدھ ذریعہ کو ہی اختیار کرے تو مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان تمام امور کو مجموعی طور پر اختیار کرنے والا ہی اصل متقی کہلائے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"متقی بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بعد اس کے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری، تلفِ حقوق، ریا، عُجب، حقارت، بخل کے ترک میں پکا ہو تو اخلاقِ رذیلہ سے پرہیز کر کے ان کے بالمقابل اخلاقِ فاضلہ میں ترقی کرے۔ لوگوں سے مروت، خوش خلقی، ہمدردی سے پیش آوے خداتعالےٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقامِ محمود تلاش کرے۔ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے اور جو لوگ ان باتوں کے جامع ہوتے ہیں وہی اصل متقی ہوتے ہیں۔ یعنی اگر ایک ایک خلق فرداً فرداً کسی میں ہوں تو اسے متقی نہ کہیں گے جب تک بحیثیتِ مجموعی اخلاقِ فاضلہ اس میں نہ ہوں۔"

(ملفوظات جلد چہارم ص۴۰۰)

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فضل سے یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم تقویٰ کے ان تمام ذرائع کو اختیار کر کے اس کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں اور بروزِ قیامت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق ہوں۔

— آمین —

قرآنِ پاک اغیار کی نظر میں

بہترین آسمانی کتاب

فرانس کے مشہور مستشرق ڈاکٹر موریس علوم عربیہ کے ماہر ہیں۔ حکومتِ فرانس کے حکم سے قرآنِ پاک کا فرانسیسی ترجمہ بھی کر چکے ہیں۔ انہوں نے ایک اور فرانسیسی مترجم قرآن سالمان ایناش کے اعتراضات کے جواب میں ایک مضمون لکھا تھا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:-

"قرآن کیا ہے!..... وہ عظیم الشان بلاغت ہے۔ وہ عظیم الشان نفسیات ہے جس پر چالیس کروڑ انسان فخر کر رہے ہیں..... مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے..... قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں یہ بہترین کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفۂ یونان کے نغموں سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ اس میں خالق ارض و سما کی حمد و ثنا بھری ہے۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے.... قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب، شائقین لغت کے لئے ذخیرۂ لغات۔ شعراء کے لئے عروض کا مجموعہ اور شرائع و قوانین کا ایک عام انسائیکلوپیڈیا ہے تمام آسمانی کتابوں میں سے جو حضرت داؤد کے زمانہ سے جان تالموس کے عہد تک نازل ہوئیں کسی ایک نے اس کی ایک چھوٹی سی سورت کا بھی مقابلہ نہیں کیا۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں ترقی علم اور عبور حقائق کے ساتھ ساتھ قرآن کے ساتھ ان کا شغف بڑھتا جاتا ہے۔ اس کی تعظیم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے عجائبات کے ساتھ ان کی دلچسپی ترقی کرتی جاتی ہے.... جس قدر ان کا علمی مرتبہ بلند ہوتا ہے اور خیالات میں شستگی و شگفتگی پیدا ہوتی جاتی ہے اسی قدر وہ بھی رائے اور خیال کا مدار آیاتِ قرآنی کو ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے سینے قرآن کی محبت سے معمور ہیں۔ دل سے اس کو مقدس مانتے ہیں۔ دوسری قوموں کو جو کتابیں اور شریعتیں ملی ہیں ان کی نسبت نہ انہیں کوئی خیال پیدا ہوتا ہے اور نہ رشک آتا ہے اس لئے کہ وہ دیکھ چکے ہیں کہ ان کی کتاب (قرآن) کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہاں کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز کئے ہوئے ہے.... بڑے بڑے انشا پردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اس کے عجائبات جو روز بروز نئے نئے نکلتے آتے ہیں اور اس کے اسرار جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔ مسلمان شاعر اور ادیب ان کو دیکھ کر سجدہ کرنے لگتے ہیں۔ قیامت تک کے لئے اس کو سرمایۂ ناز جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ فصیح کلام اور دقیق معنی کا یہ ایک بحر مواج ہے..... نئی نسل کا ہر فرد اور درسگاہوں کے تمام لڑکے اس صحیفۂ مقدس کی شان میں توہین کا ایک لفظ بھی سننا گوارا نہیں کر سکتے .... اور گوارا کرنا بھی نہ چاہیئے... قرآن دو نمایاں حیثیتوں سے تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت اور ترجیح رکھتا ہے۔

۱۔ اس کے انتساب کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ پیغمبر عرب (صلعم) سے اس کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ حالانکہ تورات و انجیل وغیرہ میں اس شبہ کی بڑی گنجائش ہے

۲۔ مسلمان قرآن کو عربی زبان کی حفاظت کا مرجع سمجھتے ہیں اور اپنے مذہبی اصول کی تطبیق کا ماخذ جانتے ہیں۔"

آوازِ حرا

ڈاکٹر موریس ایک اور جگہ لکھتے ہیں:-

"روم کے نصاریٰ کو کوئی چیز گمراہی کے اس گڑھے سے نہیں نکال سکتی تھی جس میں وہ گر چکے تھے۔ بجز اس آواز کے جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی۔ اس نے کلمۂ حق بلند کیا اور ایسے عملی پیرایہ میں کیا کہ جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ اور ایک سیدھا سادہ اور پاک و صاف مذہب دنیا کو سکھایا..

ناقابلِ انکار مہرِ نبوت

عربی سے انگلش اور انگلش سے عربی لغات کے نامور مولف ڈاکٹر سٹینگاس کہتے ہیں "قرآن ان کتب عظیمہ میں سے ہے جو آج تک تحریر کی گئی ہیں۔ اس میں ایک عظیم ترین انسان کی سیرت کا عکس صاف نظر آ رہا ہے"

کارلائل کہتا ہے کہ "حضرت محمدؐ کی تلاشِ حقیقت میں سرگرمی و سنجیدگی اور اس کو نامرضامند سامعین (بادیہ نشینانِ عرب) کے ذہن نشین کرانے میں غیر متزلزل استقلال میرے خیال میں اس اولوالعزم پیغمبر کی اصلی اور ناقابلِ انکار مہرِ نبوت ہے۔"

مکمّل ضابطہ

لڈنٹ کرنل کہتا ہے:-

"قرآن عقاید و اخلاق پر مبنی قانون کا ایک مکمل ضابطہ پیش کرتا ہے۔ اس میں ایک وسیع جمہوریت کے تمام آئینی و اصول کے لئے، انصاف و عدالت کے لئے، ارشاد و ہدایت کے لئے، فوجی تنظیم و تربیت کے لئے مالیات کے لئے، اور غرباء کے متعلق نہایت محتاط قانون سازی کے لئے بنیادیں رکھ دی گئی ہیں۔ لیکن ان تمام کا سنگِ بنیاد ذاتِ باری کا اعتقاد ہے جس کے قبضۂ قدرت میں انسانوں کی قسمت کی باگ ہے۔

ہر موقع کے مناسب لہجہ

قرآن ہر موقع و محل پر اس کے لئے مناسب لہجہ اختیار کر لیتا ہے۔ مثلاً توحید کے اعلان پر انتہائی بلیغ اور پاکیزہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ مشیت ایزدی کی اطاعت اور اس سے غداری کے دوامی نتائج کے بیان میں شعریت مجسم قوم (عرب) کے تخیل کو خطیبانہ بلند آہنگیوں سے اکسایا گیا ہے۔ رسول خدا (صلعم) کی حوصلہ افزائی یا تسلی یا لوگوں کو انبیائے قدیم کے حالات سے ڈرانا مقصود ہو تو انتہائی متانت سے کام لیا گیا ہے۔ ... قرآن کی زبان ضروریات و حاجات روزمرہ کے ساتھ ایک مناسبت پیدا کر لیتی ہے..... اس نے وحشی قبائل میں سے ایک مہذب قوم پیدا کر دی۔ اور تاریخ کے قدیم تانے میں ایک تازہ بانا داخل کر دیا۔

بڑا معجزہ

جارج سیل مترجم قرآن لکھتا ہے:-

"قرآن کریم بے شبہ عربی کی بہترین اور مستند ترین کتاب ہے .... کسی انسان کا قلم ایسی معجز نما کتاب نہیں لکھ سکتا۔ یہ ایک مستقل معجزہ ہے جو (مسیح کے) مردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ سے بہت بلند پایہ ہے۔ اور تنہا یہ صحیفہ دنیا کو اپنے آسمانی ہونے کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے... محمد (صلعم) نے عرب کے نہایت فصیح اللسان ادیبوں کو ڈنکے کی چوٹ چیلنج دیا تھا کہ کوئی شخص ایسی ایک ہی آیت پیش کر دے۔ اس وقت وہاں ہزاروں شعراء و بلغاء موجود تھے جن کے نغمہ ہائے ....

اس کے بعد سیل نے بہت سی مثالوں میں سے صرف ایک فصیح و بلیغ شاعر لبید بن ربیعہ کی مثال پیش کی ہے جو قرآن کی ایک ہی آیت کے صرف ابتدائی الفاظ پڑھ کر حیران رہ گیا تھا اور کہنے لگا کہ ایسے الفاظ ایک پیغمبر ہی کی زبان سے نکل سکتے ہیں اور فی الفور اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا۔

سحر و اعجاز

متعصب پادری ریورنڈ جی ایم راڈویل، جس نے قرآنِ کریم کا ترجمہ بہ ترتیب نزول کیا ہے:-

"قرآن کی تعلیم سے عرب کے سیدھے سادے خانہ بدوش بدو ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو۔ بت پرستی کو مٹانے، جنّات اور دیوتاؤں کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے میں، بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازدواج کی تعداد کو گھٹا کر ایک حد معین کرنے میں قرآن بیشک عربوں کے لئے برکت اور حق کی طرف اقدام تھا۔"

عمیق صداقت

یہی پادری دوسری جگہ لکھتا ہے:-

"قرآن نے جس طور پر خدا کی توحید، رب العالمین قدرت مطلقہ اور عالم الغیب ہونے کا بیان کیا ہے اس کے لئے وہ نہایت اعلیٰ تعریف کا مستحق ہے۔ اور یہ مان لینا بھی واجب ہے کہ قرآن کو صرف خدا کے واحد پر نہایت پرجوش اور گہرا یقین ہے۔ یہ ایک نہایت اعلیٰ درجے کی عمیق صداقت ہے جو ایسے الفاظ میں بیان کی گئی ہے جو اختصار کے باوجود قوی اور کثیر الدلائل اور ملہمانہ حکمت سے بھرے ہوئے ہیں۔

یہ زیادہ تر قرآن ہی کی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ ایک بے آب و گیاہ جزیرہ نما کے باشندے ... نہ صرف نئے مذہب کے پرجوش اور سچے پیرو بن گئے بلکہ حضرت عمرؓ اور بہت سے دوسرے لوگ اس کے بزور شمشیر پھیلانے والے ہو گئے .... قسطنطنیہ۔ بغداد۔ قرطبہ اور دہلی کو (اسلام کی وجہ سے) وہ قوت حاصل ہوئی کہ عیسائی یورپ کو کپکپا دیا..."

دائمی ملجا و ماویٰ

پروفیسر ایڈورڈ مونتے اپنی تالیف "عیسائی مذہب کی اشاعت اور اس کے مخالف مسلمان" صفحہ ۱۷-۱۸ مطبوعہ پیرس ۱۸۹۰ء میں لکھتے ہیں:-

"اگر لفظی اور تاریخی اعتبار سے شائستگی و معقولیت Rationalism کے معانی

اگر بہت زیادہ وقعت دی جائے تو اسلام یقیناً ایک معقول مذہب ہے۔ مدلل اصولوں پر مبنی عقائد کے لحاظ سے اسلام پر "معقولیت" کی تعریف ہو بہو صادق آتی ہے .... توحید و رسالت اور خدا و آخرت پر ایمان قرآن کریم کی مقدس کتاب کا لب لباب ہیں... قرآن کریم مسلمانوں کا ہمیشہ ملجا و ماوی رہا ہے ... اس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی اور جلال و جبروت اور کمال یقین کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ کسی اور مذہب میں اس کی مثال مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔"

ہر دین سے افضل

موسیو لیون ادش فرانسیسی جاسوس نے جو امیر عبد القادر الجزائری میں تیس سال تک مسلمان بن کر کامیاب جاسوسی کی اپنی کتاب "اسلام میں تیس سال" میں لکھتا ہے :-

"میں نے اس دین کو جسے ہمارے بہت سے لوگ برا جانتے ہیں اپنی سمجھ کے مطابق ہر دین سے افضل پایا ... مسلمانوں میں اس دین کی تاثیر کیا ہے؟ شجاعت، حلم، خاکساری اور جمال و کرم .... مسلمان ایک سادہ آدمی ہے جو کسی سے بدگمانی نہیں کرتا۔ رزق حرام سے بچتا ہے .... اسلام محامد و فضائل کا دین ہے اگر اس کو ایسے اشخاص مل جاتے جو لوگوں کو جیسی کہ چاہیئے تعلیم دیتے تو مسلمان سارے جہاں میں بہتر اور نیک قوم بن جاتے۔"

قرآن ضرور الہامی کتاب ہے

ریورنڈ آر میکسویل کنگ نے اپنی تقریر "دین اسلام" ۱۷ جنوری ۱۹۰۸ء میں کہا :-

"(قرآن میں) نہ صرف مذہب اسلام کے اصول و قوانین مندرج ہیں بلکہ اخلاق کی تعلیم روزمرہ کے کاروبار کے متعلق ہدایات اور قانون بھی ہیں۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کو عیسائیوں پر فوقیت ہے کہ اسلام کی مذہبی تعلیم اور قانون دو علیحدہ چیزیں نہیں ... پیروان اسلام کا حسن اخلاق قابل تعریف ہے ان کا طرز عمل خدا کے احکام کے تابع ہے .... میرا ایمان ہے کہ اگر دنیا میں الہام کوئی شے ہے تو قرآن شریف ضرور الہامی کتاب ہے عیسائی کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام سچے نبی نہ تھے اور قرآن ان کی اپنی تصنیف ہے۔ اگر یہ ہو تو محمد (صلعم) کو ایسی کتاب کی کیا ضرورت تھی کہ اپنے کو خود ہی ملامت کرتے اور پھر اس کو قرآن میں رہنے بھی دیتے (مثلاً سورہ عبس)

ڈاکٹر جوزیف سابق رکن مجلس شوریٰ فرانس نے ... محمود کمال سالم کو ایک خط میں لکھا :-

"میں جوانی میں بحری طبیب تھا۔ شب و روز سمندروں اور جہازوں میں زندگی گزرتی تھی۔ ایک دفعہ مجھے موسیو فاری کا فرانسیسی ترجمہ قرآن ملا۔ میں نے سورۂ نور میں یہ آیت دیکھی

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ .... فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (نور ع ۱۵)

کافر کی مثال ایسی ہے جیسے گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں۔ لہر پر لہر چڑھی آ رہی ہو۔ اوپر سے بادل چھایا ہو۔ تاریکی پر تاریکی آ رہی ہو۔ اپنا ہاتھ نکالے تو وہ بھی دکھائی نہ دے۔ جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کے لئے کہیں روشنی نہیں"

میں نے خیال کیا کہ اس کا مصنف عمر بھر سمندروں میں رہا ہوگا۔ حیرت ہے کہ اس نے مختصر لفظوں میں بحری خطرات اور طبعی حالات کا معجزانہ نقشہ کھینچ دیا ہے۔ کوئی بحری خطرات کا بلیغ ترین ماہر اس طرح بیان نہیں کر سکتا — بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ محمد (صلعم) نے کبھی بحری سفر نہیں کیا تھا۔ اور وہ اُمّی بھی تھے۔ تو میں نے مکرر قرآن پر غور کرنا شروع کیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ ضرور خدائی وحی ہے۔ بس میں مسلمان ہو گیا اور میں ہمیشہ اسلام پر فخر کرتا رہوں گا جو ایک معقول فطری دین ہے۔

ہمہ جہتی قوانین

موسیو ادجین کلافل فرانسیسی مستشرق جنہوں نے مسیحیت اور اسلام کی تحقیق میں عمر صرف کر دی اپنے ایک اخباری مضمون مطبوعہ ۱۹۰۱ء میں لکھتے ہیں کہ :-

"قرآن ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں تمدنی، سیاسی قوانین، جرم و سزا کے قوانین، مختلف اقوام عالم میں رابطہ پیدا کرنے کے قوانین اور حفظان صحت کے قوانین بیک وقت مندرج ہیں۔"

بہترین دستور العمل

مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی تصنیف موسومہ "دی گریٹ بیجر" میں لکھتے ہیں :-

"قرآن ایک آسان اور عام مذہبی قانون ہے جس میں انسانی زندگی کی اصلاح کے لئے سب کچھ موجود ہے۔ اس کی تعلیم انسانی فطرت کے مطابق ہے اور وہ دلکش انداز میں دعوت دیتا ہے۔ روحانی اصلاح اور دنیاوی ترقی کے بیش بہا اصول کی تعلیم دیتا ہے ..... تاریخ شاہد ہے کہ اس پر عمل کرنے والے روحانی لحاظ اور دنیاوی اعتبار سے کامیاب ترین انسان تھے .... ہم اندازہ کی روشنی میں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب کرنے اور برائیوں سے بچانے کے لئے دنیا میں نہیں ہو سکتا۔"

صداقت سے مملو

گاڈفرے ہگنس ... مصنف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ :-

"میرے نزدیک قرآن میں خلوص اور سچائی کا وصف ہر جگہ نمایاں ہے ... اس کا مخرج وہی ہستی تھی جس کی نگاہ کسی نے بھی نہیں پائی ... یہ ایک چنگاری تھی جس نے دہلی سے غرناطہ تک روشن کر دیا ... قرآن کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے اور صداقت سے مملو ہے۔"

عقل حیرت زدہ ہے

کونٹ ہنری دی کاستری فرنچ اپنی کتاب "الاسلام" میں لکھتے ہیں :-

"عقل بالکل حیرت زدہ ہے کہ اس قسم کا کلام اس شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل اُمّی تھا۔ تمام مشرق نے اقرار کیا ہے کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوع انسان ... اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ یہ وہی کلام ہے جس کی بلند انشاء پردازی نے عمر بن خطاب کو مطمئن کر دیا اور وہ خدا کے معترف ہو گئے۔ یہ وہی کلام ہے کہ جب یحییٰ کی ولادت کے متعلق اس کے جملے جعفر بن ابی طالب نے نجاشی کے سامنے پڑھے تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بشپ چلا اٹھا کہ یہ کلام اسی سرچشمہ سے نکلا ہے جس سے عیسیٰ کا کلام نکلا تھا۔ محمد (صلعم) قرآن کو اپنی رسالت کی دلیل کے طور پر لائے تھے اور وہ اس وقت سے آج تک ایک ایسا مہتم بالشان راز چلا آتا ہے جس کے طلسم کو توڑنا انسان کی طاقت میں نہیں۔"

بے نظیر اور سب پر حاوی

انگلستان کا نامور مورخ گبن اپنی مشہور کتاب "سلطنت روما کا زوال" کی جلد ۵ باب ۵۰ میں لکھتا ہے :-

"قرآن کی نسبت بحر اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ دستور اساسی ہے۔ صرف اصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ دیوانی اور فوجداری نظام کے لئے بھی جن قوانین پر نظام عمران کا مدار ہے جن سے نوع انسان کی زندگی وابستہ ہے جن کا حیات اجتماعی کی ترتیب و تنسیق سے تعلق ہے ان کو خدا کی مرضی کے ماتحت نقائص و عیوب سے بری سمجھا جاتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ محمد (صلعم) کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ وہ اپنے تمام احکام میں بڑے سے بڑے شہنشاہ سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے فقیر و گداگر تک کے لئے مسائل و معانی رکھتی ہے۔ یہ وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔"

عرب کے بے مثال ادیب و شاعر عقبہ بن ربیعہ پر

قرآن پاک کا اثر

عرب کا بے مثال ادیب و شاعر عقبہ بن ربیعہ قریش کے مشورے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قابو میں لانے کے لئے گیا۔ اسے اپنی قابلیت اور فصاحت پر بہت ناز تھا۔ حضورؐ نے اس کی بلند پایہ تقریر کے جواب میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر حٰمٓ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا شروع کیا اور اس آیت تک پڑھتے چلے گئے لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ ... الخ (حٰم سجدہ) یعنی یہ کتاب خدائے رحمٰن و رحیم کی طرف سے اتری ہے .... سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ ان کے خالق کو سجدہ کرو۔

عقبہ بت بنا بیٹھا رہا۔ جس قدر سنتا جاتا تھا اس کی فصاحت اور زور کلام دبتا جاتا تھا۔ آخر وہ اس قدر مرعوب اور حیرت زدہ ہوا کہ چپ چاپ اٹھ کر واپس چلا گیا۔ اور اپنی قوم کے سامنے یہ بیان دیا :-

"خدا کی قسم آج میں نے وہ کلام سنا ہے کہ ویسا کلام کبھی نہیں سنا تھا۔ وہ نہ تو شعر ہے نہ کہانت ہے۔ نہ سحر ہے اور نہ قصیدہ۔ اے قریش اس معاملے میں میری پیروی کرو۔ اس شخص (محمد) کے راستے میں رکاوٹ نہ ہو۔ اسے تبلیغ و اشاعت سے نہ روکو۔ خدا کی قسم جو کلام میں نے سنا ہے اس کی عزت و عظمت ہو کر رہیگی"

قرآن کریم پڑھیئے اس پر غور کیجیے
اور دل و جان سے اس پر عمل کیجیے

قیامت کا ثبوت از روئے قرآن مجید

قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے کئی مقامات پر قیامت کا ذکر فرمایا ہے اور اس امر کا ثبوت دیا ہے کہ قیامت کے آنے میں کچھ شک نہیں ہے خدا تعالیٰ نے توحید کے بعد سب سے زیادہ اہمیت حیٰوۃ الآخرۃ کو دی ہے۔ اور قرآن مجید میں انتہائی پُرشوکت انداز میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے۔ تمہارے اعمال چاہے وہ نیک ہوں یا بد، ان کی بناء پر انسان کو بدلہ دیا جائے گا۔ قیامت یوم الجزاء کا نام ہے۔ اگر قیامت کے وجود کا انکار کر دیا جائے تو ہمارے اعمال بالکل بیکار ہیں۔ مذہب اسلام کی خصوصیات میں سے ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے انسان کو قیامت کی طرف توجہ دلا کر ہر وقت اس کے دل و دماغ پر ایک داروغہ قیامت کا بٹھا دیا ہے تاکہ اس کے نفس کی کماحقہٗ اصلاح ہوتی رہے۔ انبیاء کی بعثت اور ان پر ایمان لانا اور ان کی اتباع کرنا اور انبیاء کے نشانات چاہے وہ انذاری ہیں یا تبشیری یہ سب قیامت کے مظاہر ہیں اور قیامت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ پر کامل اور صحیح ایمان اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ قیامت پر ایمان نہ ہو۔ کیونکہ اگر قیامت نہیں ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے احکام کا کوئی مقصد ہی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص دنیاوی ملازمت میں اچھا کام کرتا ہے تو اس کا افسر اس سے خوش ہوتا ہے اور اگر اچھا کام نہیں کرتا تو اس کے خلاف ریمارکس دیئے جاتے ہیں۔ بعینہٖ خدا تعالیٰ کے احکام پر لبیک کہنے والا خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرتا ہے۔ اور اس کے احکام کا منکر غضب الٰہی کا شکار ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں جنت اور جہنم کا نظریہ ذکر ہوا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اصولی فیصلہ یہ فرما دیا ہے کہ ہر شخص کو اس کے کام کی جزاء دی جائے گی۔ فرمایا:-

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ (المؤمن ۱۸)

اس دن ہر جان کو اس کے عمل کی جزاء دی جائے گی۔

اور ہر شخص کو اس امر کا یقین دلایا ہے کہ قیامت آکر رہے گی۔ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے چنانچہ فرمایا:-

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (سورۂ نساء ۸۸)

اللہ وہ ذات ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ تم کو بلا شک و شبہ قیامت کے دن تک جمع کرتا چلا جائے گا۔ جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے۔

انسانی اعمال روح کے اندر ایک کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ اگر تو اعمال از قسم شر ہیں تو اس کی جزاء و سزا بھی المناک ہو گی۔ لیکن اگر اس کے اعمال حسنہ ہیں تو اس کی زندگی اور روح اس سے مطمئن ہو گی۔ اور اس کا بدلہ و اجر اس کو اچھا ملے گا چنانچہ فرمایا:-

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۞ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (بنی اسرائیل ۱۴-۱۶)

اور ہم نے ہر انسان کی گردن میں اس کا اعمال نامہ باندھ دیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے اعمال کی ایک کتاب نکال کر اس کے سامنے رکھ دیں گے جسے وہ بالکل کھلی ہوئی پائے گا۔ اور اسے کہا جائے گا اپنی کتاب خود ہی پڑھ کر دیکھ لے آج تیرا نفس ہی تیرا حساب لینے کے لئے کافی ہے۔

قیامت کی ماہیت کو یوں بیان فرمایا:-

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ (سورۂ انفطار)

اور اے مخاطب! تجھے کس نے اس بات کا علم دیا ہے کہ جزاء سزا کا وقت کیا ہے۔

ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ (انفطار)

پھر ہم تجھ سے کہتے ہیں کہ تجھے کس نے علم دیا ہے کہ جزا سزا کا وقت کیا ہے

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (انفطار)

اس دن جس میں کوئی جان کسی جان کو فائدہ پہنچانے کے لئے کوئی اختیار نہ رکھے گی اور سب فیصلہ اس دن اللہ ہی کے ہاتھ میں ہو گا۔

اس آیت میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس دن نتیجہ کا وقت ہو گا۔ دنیا میں انسان کو کام کرنے کا اختیار ہوتا ہے مگر اس دن کوئی اپنا اثر و رسوخ استعمال نہ کر سکے گا کیونکہ اس دن فیصلہ خدا کے اختیار میں ہو گا۔

قرآن کریم کی سورتوں میں سے ایک سورۃ القیٰمۃ ہے۔ اس میں قیامت کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کی قسم کھائی گئی ہے اور قیامت کو بطور شہادت کے پیش کیا گیا ہے۔ اس سورۃ میں وہ زندگی جو بعد الموت حاصل ہو گی اس کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونا اور اپنے اعمال کا انجام دیکھنا ہی قیامت ہے چنانچہ فرمایا:-

لَاۤ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۞ وَلَاۤ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ

میں قیامت کے وقت کی قسم کھاتا ہوں۔ اور میں نفس لوامہ کو بھی بطور شہادت کے پیش کرتا ہوں۔

نفس لوامہ کو قیامت کے دن بطور شہادت کے اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ انسان کا نفس اس کو شر پر ملامت کرتا ہے اور وہ ملامت ہی اس کے لئے قیامت کے دن نتیجہ خیز ہو گی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"شیطان کے وساوس بہت ہیں اور سب سے زیادہ خطرناک وسوسہ اور شبہ جو انسانی دل میں پیدا ہو کر اسے خسر الدنیا والآخرۃ کر دیتا ہے آخرت کے متعلق ہے۔ کیونکہ تمام نیکیوں اور راستبازیوں کا بڑا بھاری ذریعہ منجملہ دیگر اسباب اور وسائل کے آخرت پر ایمان بھی ہے اور جب انسان آخرت اور اس کی باتوں کو قصہ اور داستان سمجھے تو سمجھ لو کہ وہ رد ہو گیا اور دونوں جہانوں سے گیا گزرا ہوا۔ اس لئے کہ آخرت کا ڈر بھی تو انسان کو خائف اور ترساں بنا کر معرفت کے سچے چشمہ کی طرف کشاں کشاں لے آتا ہے۔ اور سچی معرفت بغیر حقیقی خشیت اور خدا ترسی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس یاد رکھو! کہ آخرت کے متعلق وساوس کا پیدا ہونا ایمان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ اور خاتمہ بالخیر میں فتور پڑ جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۵۳)

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ امتحان کے وقت جو طلباء ناکام ہوتے ہیں ان پر غم و حزن کی کیفیت ہوتی ہے اور اس سے تعلق رکھنے والے سب اس ناکامی سے متاثر ہوتے ہیں لیکن جو طالبعلم کامیاب ہوتا ہے وہ غیر معمولی خوش اور مسرور ہوتا ہے اور لوگ اس کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ صاحب حیثیت طالبعلم اور اس کے والدین اس خوشی میں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں اور رشتہ دار اس کامیابی پر کامیاب طالبعلم کو انعام دیتے ہیں۔ بعینہٖ انسانی اعمال کا نتیجہ قیامت کے روز جو ظاہر ہو گا اس کی کیفیت بڑے مختصر مگر بلیغ انداز میں یوں بیان کی گئی ہے

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (آل عمران ۱۰۷)

اس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے کالے ہوں گے

قیامت پر ایمان دراصل امور غیبیہ میں سے ہے اور یہ مضمون وہی شخص سمجھ سکتا ہے کہ جسے خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان ہو۔ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسان کی عقل گو دور سے اسے خدا کے بتلائے ہوئے احکام اور اس کے رسول کی طرف سے بیان کردہ امور کی تصدیق و تائید کرنی ہو گی۔ خدا تعالیٰ نے قیامت کی ہولناکی بیان کرتے ہوئے اور انسانی اعمال کے محفوظ رکھنے کا ذکر یوں بیان فرمایا ہے:-

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا (الکہف)

اور ان کا اعمال نامہ ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور تو مجرموں کو اس کی وجہ سے خوف میں مبتلا ہوتا دیکھے گا اور اس وقت انتہائی حسرت سے کہیں گے ہائے افسوس! ہماری تباہی سامنے کھڑی ہے۔ اس کتاب کو کیا ہوا ہے نہ کسی چھوٹی بات کو احاطہ کئے بغیر چھوڑتی ہے اور نہ کسی بڑی بات کو۔ اور جو کچھ انہوں نے اس دنیا میں کیا ہو گا اسے اپنے سامنے موجود پائیں گے

الغرض قیامت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ۔۔۔

مدعیٔ نبوت کو پہچاننے کے قرآنی اصول

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں مدعیٔ نبوت کو پہچاننے کے کئی اصول کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ سورۂ یونس میں ایک قرآنی معیار کسی مدعیٔ نبوت کے پہچاننے کا یہ بیان ہوا ہے کہ مدعیٔ نبوت کی دعوے سے پہلی زندگی پاکیزگی اور اخلاقی لحاظ سے اعلیٰ معیار کی حامل ہو اور کسی فرد کو اس کے خلاف کہنے کی جرأت نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے ارشاد سے کفارِ مکہ اور اپنے مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے بطور تحدی کے کہا

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ
قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

(سورۂ یونس)

یعنی میں نے تمہارے اندر ایک عرصہ دراز تک دعوائے نبوت سے پہلے زندگی گزاری ہے کیا تم پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مکہ نے آپؐ کا نام آپؐ کے اخلاق اور صفاتِ عالیہ کی بناء پر الامین اور الصدوق رکھا ہوا تھا۔ قوم کا ہر شخص آپ کو انتہائی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ آپؐ کی پاکیزہ زندگی اور راستبازی مسلمہ تھی۔ آپؐ اپنی قوم کے لئے فخر کا باعث تھے۔ لوگ اپنی امانتیں آپؐ کے پاس رکھتے۔ باہمی تنازعات کا آپؐ فیصلہ فرماتے۔ قوم کے اہم معاملات میں آپؐ کو ثالث بنایا جاتا اور آپؐ کی رائے پر عمل کیا جاتا۔ آپؐ کے متعلق لوگ کہتے تھے

مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا۔ اور
مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا

(بخاری شریف)

ہم نے اس شخص کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ اس کو ہمیشہ ہی صادق پایا۔ زعمائے مکہ آپؐ کے دعوے سے پہلے آپؐ کو اعلیٰ درجہ کا ایک انسان یقین کرتے تھے اور کوئی بھی آپؐ کے خلاف انگشت نمائی نہیں کرتا تھا۔

آیت مذکورہ بالا ایک عظیم معیار ہے جس سے مدعیٔ نبوت کو پہچانا جاتا ہے جبکہ یہ معیار دراصل مدعیٔ نبوت کی قبل از دعویٰ زندگی کو بطور حتمی دلیل کے پیش کرتا ہے۔ دوست و دشمن اپنے اور بیگانے سبھی اس کی قبل از دعویٰ زندگی کو پاکیزہ یقین کرتے ہیں

——— (۲) ———

مدعیٔ نبوت کی پہچان کے لئے قرآن کریم نے ایک اور فیصلہ کن معیار مقرر فرماتا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ
لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۔ ثُمَّ
لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ
مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ

(سورۃ الحاقۃ)

یعنی اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے تو ہم ان کو دائیں بازو سے پکڑ کر ان کی شاہ رگ کاٹ دیتے اور تمہیں ایسا کرنے سے تم میں سے کوئی یا دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے بڑا زبردست اصل مقرر فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص حکومت کے خلاف بغاوت کرے تو تو اس کو سزا دی جاتی ہے پھر جو شخص خدا تعالیٰ کی ذات پر افترا باندھے تو کیا خدا تعالیٰ اس شخص کو بغیر کسی سزا کے چھوڑے گا ہرگز نہیں اور یہ ناممکن ہے۔ ایسے شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جاتا ہے وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور اس کا سلسلہ اور پیغام خود ہی ختم ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے افترا کرنے والے کے متعلق فرمایا ہے

قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ

جو شخص خدا پر افترا باندھتا ہے وہ ہمیشہ ناکام و نامراد رہتا ہے علماء اسلام اس آیت سے یہی استدلال کرتے ہیں کہ خدا پر افترا کرنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا تاریخ اور استقراء بتلاتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے الہام کا دعوےٰ کیا ہو اور نبوّت کا اعلان کرتا ہو۔ اور وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہو تو وہ اس دعوے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح ۲۳ برس کی مہلت نہیں پا سکتا۔ عقائد کی مشہور کتاب شرح نسفی صفحہ ۱۰۰ میں لکھا ہے

فان العقل یجزم بامتناع
اجتماع ھٰذہ الامور فی غیر
الانبیاء وان یجمع اللہ
تعالیٰ ھٰذہ الکمالات فی حق
من یعلم انہ یفتری علیہ
ثم یمھلہ ثلاثاً وعشرین
سنۃ

عقل اس بات کو ناممکن قرار دیتی ہے کہ یہ امور ایک غیر نبی میں جمع ہو جائیں۔ وہ خدا تعالیٰ پر افترا کرتا ہو اور پھر اس کو ۲۳ سال کی مہلت مل جائے

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری تحریر فرماتے ہیں

"نظامِ عالم میں جہاں اور قوانین خداوندی ہیں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعیٔ نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے"

(مقدمہ تفسیر ثنائی صفحہ ۱۷)

تفسیر روح البیان میں لکھا ہے :۔

لو اتقوّل علینا ... اکرم
الناس علیہ فما ظنک بغیرہ

یعنی جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں یہ سزا بتائی ہے حالانکہ آپ بارگاہِ ایزدی میں سب سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر دوسرا کوئی مفتری کیونکر سزا سے بچ سکتا ہے (جلد ۴ صفحہ ۴۶۲)

الغرض آیت لو تقوّل علینا کا مفہوم عقائد اور واقعات کی روشنی میں واضح ہے کہ مفتری کو ۲۳ سال کی مہلت نہیں مل سکتی یہ ایک حتمی اور ابدی قانون ہے

——— (۳) ———

خدا تعالیٰ نے مدعیٔ نبوت کو پہچاننے کا ایک اصل یہ بھی بیان فرمایا ہے

كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي

یعنی اللہ تعالیٰ نے ازل سے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہی ہمیشہ غالب رہیں گے

انبیاء کی تاریخ اور سیرت کی ورق گردانی سے ہمیں ان کی مشکلات اور مصائب کا علم ہوتا ہے مگر باوجود ان مشکلات کے انبیاء ہی کامیاب ہوتے ہیں اور لوگ ان کی اتباع و انقیاد کرتے ہیں۔ انبیاء کا مقابلہ اس وقت کے "جبال القوم" یعنی بڑے لوگ کرتے ہیں۔ مگر وہ خائب و خاسر ہوتے ہیں اور ان کی مخالفت نبی کی ترقی و عظمت کا باعث ہو جاتی ہے۔ اور وہ لوگ ناکام و نامراد ہوتے ہیں اور نبی اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہوتا ہے اور لوگ اس کی غلامی پر نازاں ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا یہ ایک ابدی قانون ہے کہ دشمنوں سے مقابلہ کے وقت وہ اپنے انبیاء کی مدد اور نصرت کرتا ہے اور ان کے مخالفین کو ناکام کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے سورہ مومن رکوع ۶ میں بھی اس اصول کو یوں بیان فرمایا ہے

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ
آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ
يَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ

یعنی ہم اپنے انبیاء اور ان کے متبعین کی اس دنیا میں مدد کرتے ہیں اور پھر قیامت کے روز بھی ہم انہی کے مددگار ہوں گے

کیا فرعون معمولی انسان تھا؟ وہ بادشاہِ مصر تھا مگر حضرت موسےٰ کے مقابلہ میں ناکام ہوا اور سمندر کی گہرائیوں میں غرق ہوا پھر نمرود بھی اپنے وقت کا بادشاہ تھا مگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں ناکام و نامراد ہوا

——— (۴) ———

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں مدعیٔ نبوت کو پہچاننے کا ایک اور فیصلہ کن اصول پیش کیا ہے جس کے رو سے ایک مدعیٔ نبوت کے متعلق یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ آیا وہ مدعی منجانب اللہ اور راستباز ہے یا نہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ
غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ
ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ

(سورۃ الجنّ)

یعنی خدا تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے مگر وہ کسی کو کثرت کے ساتھ غیب پر آگاہ کرتا مگر صرف اس کو جس کو وہ رسول بنا کر چن لیتا ہے۔ اس آیت میں ایک مدعیٔ نبوت و رسالت کی صداقت کا معیار علم الغیب پر اطلاع پانا ہے۔ یہاں لفظ غیبہٖ میں بڑی حکمت پائی جاتی ہے۔ یعنی ایسا علم جو خدا تعالیٰ کی ذات سے مخصوص ہو اور اس کا علم انسانی علم سے بالاتر ہو ایسا غیب صرف خدا کے انبیاء کو ہی دیا جاتا ہے

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی پیشگوئیاں کی ہیں جو آج تک پوری ہو رہی ہیں

(الفضل)

———: درخواستہائے دعا :———

۱۔ سونگڑہ کے ایک مخلص احمدی دوست مکرم ذوالفقار علی خاں صاحب کو اپنی ملازمت کے سلسلہ میں بعض مشکلات درپیش ہیں۔ تمام بزرگانِ سلسلہ درویشانِ کرام اور احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور فرما دے آمین

خاکسار ہارون رشید سیکرٹری تعلیم بھدرک

۲۔ خاکسار کو اپنے پیٹ میں درد کی وجہ سے اپریشن کرانا پڑا تھا۔ خدا کے فضل سے اب آرام ہے۔ اس خوشی میں پانچ روپے اعانت بدر کے لئے بھجوا رہا ہوں

احباب کرام دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری تمام تکلیفوں اور بلاؤں کو دور کرے اور مجھے اولاد نرینہ عطا فرمائے

خاکسار محبوب احمد خاں ماری پڈا۔ آندھرا

قرآنِ کریم میں مُنافق کی علامات

از مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری مدرس مدرسہ احمدیہ و قائد مجلس خدام الاحمدیہ قادیان

نبی اور مامور کی بعثت کے ساتھ ہی لوگ تین مختلف طبقات میں تقسیم ہو جاتے ہیں :۔

۱۔ جو سعید الفطرت افراد نبی پر ایمان لاتے ہیں مومنین کی جماعت میں شامل ہو کر موعودہ بشارات و انعامات کے وارث بن جاتے ہیں

۲۔ جو شقی انکار اور مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں وہ کافروں کے گروہ میں شامل ہو کر ان وعیدوں کے مورد بن جاتے ہیں جو انبیاء کے مخالفین پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں۔

۳۔ تیسرا گروہ وہ ہوتا ہے جو زبان سے مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن دل اس کے ایمان کی تائید نہیں کر رہا ہوتا ہے جس کا اظہار اس کے افعال اور عادات و اطوار سے بخوبی ہوتا ہے۔ پس نہ وہ مومنین کی جماعت میں شمار ہوتا ہے اور نہ کفار کی جماعت میں۔ ایسے شخص کو اسلامی اصطلاح میں منافق کہا جاتا ہے۔ اور یہ نبی کی مخالفت اور اس کی جماعت کو ضرر پہنچانے کے اعتبار سے کافر سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ دراصل جب وہ بد مقابل ہو کر اپنی کوششوں کو بار آور ہوتا نہیں دیکھتا تو موافق بن کر قریب آنے کی کوشش کرتا ہے تمور جس عمارت میں داخل ہوتا ہے، اندر ہی اندر اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اور اس کا وجود اس گھُن کی طرح ہوتا ہے جو دیکھتے ہی دیکھتے مضبوط سے مضبوط لکڑی کو بھی برادہ کی شکل میں بدل دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا بھی کافر سے زیادہ بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًا ۔ بلاشبہ منافق جہنم کی گہرائی کے سب سے نچلے حصہ میں ہوں گے اور تو ہرگز کسی کو ان کا مددگار نہیں پائے گا۔

پس ایسے خطرناک گروہ سے ہوشیار اور چوکس رہنا مومنین کی جماعت کے لئے ازحد ضروری ہے۔ یوں تو خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقرب بندے جن کی روحانی حسّیں بہت تیز اور بیدار رہتی ہیں ایسے وجودوں کو ان کے چہرے کی علامات اور طرزِ گفتگو سے سرسری نظر ہی میں پہچان لیتے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰکَھُمْ فَلَعَرَفْتَھُمْ بِسِیْمٰھُمْ وَلَتَعْرِفَنَّھُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ

ترجمہ۔ اگر ہم چاہیں تو ان کا وجود تجھ پر ظاہر کر دیں اور تو ان کو ان کے چہروں سے پہچان لے اور (اب بھی) تو ان کو ان کے کلام کی ادا سے پہچان لیتا ہے۔

لیکن ہر شخص کی نظر اس قدر تیز نہیں ہوتی اس لئے خدا تعالیٰ نے عام مومنوں کے لئے قرآن کریم میں منافق کی بہت سی علامات وضاحت کے ساتھ بیان فرما دی ہیں۔ چنانچہ چند ایک علامات کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ جھوٹ

منافق کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ اکثر جھوٹ بولے گا۔ اور چونکہ اس جھوٹ پر خود اس کا دل ملامت کرتا رہتا ہے اور اسے خوف رہتا ہے کہ کہیں یہ جھوٹ ظاہر نہ ہو جائے، اس لئے اس کو چھپانے کے لئے بار بار قسموں کا سہارا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

۱۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ (بقرہ ع)

ترجمہ۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آنے والے دن پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ ہرگز ایمان نہیں رکھتے

۲۔ اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً (منافقون ع)

ترجمہ۔ جب تیرے پاس منافق آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم قسم کھا کر گواہی دیتے ہیں تو اللہ کا رسول ہے۔ مگر اللہ قسم کھا کر گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی قسموں کو گرفت سے بچنے کے لئے ڈھال بنا لیا ہے۔

۳۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُکَ قَوْلُہٗ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیُشْھِدُ اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِہٖ وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (بقرہ ع ۲۵)

ترجمہ۔ بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی باتیں دنیا کی زندگی کے متعلق تجھے بہت پسندیدہ معلوم ہوتی ہیں اور وہ اللہ کو اس (اخلاص) پر جو ان کے دل میں ہے گواہ ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہوتے ہیں

۴۔ سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ لَمْ یَاْتُوْکَ (مائدہ ع)

ترجمہ (یہ منافق) جھوٹی باتوں کو خوب سنتے ہیں (خاص طور پر) اس قوم کو سنانے کے لئے جو تیرے پاس نہیں آئی۔ (تاکہ دوسروں کو غلط فہمی میں مبتلا کر دیں)

● آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی یہ خصوصی علامت ہے کہ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ۔ یعنی جب بات کرے گا تو جھوٹی بات کرے گا۔

۲۔ ریا کاری

چونکہ منافق کے دل میں ایمان نہیں ہوتا اور نیت درست نہیں ہوتی اس لئے وہ جو نیکی کا کام کرتا ہے خدا تعالیٰ کی رضا یا ثواب کی خاطر نہیں کرتا بلکہ محض لوگوں کو دکھانے کے لئے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ گویا وہ بھی مومن ہے مومنوں کے سے کام کرنے لگتا ہے۔ لیکن اس کی عبادات کے طور طریق وغیرہ سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے منافق محض ریا کار ہوتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے

۱۔ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (نساء ع ۲۱)

ترجمہ۔ اور جب وہ (منافق) نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔

۲۔ وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَہٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا (نساء ع)

ترجمہ۔ اور جو لوگ اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اور اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ پیچھے آنے والے دن پر (ان کا انجام بُرا ہوگا) اور جس کا شیطان ساتھی ہو وہ بہت بُرا ساتھی ہے۔

۳۔ دھوکا دہی

منافق ہمیشہ دورخی پالیسی اختیار کرتا ہے اور اس کا ظاہر کچھ ہوتا ہے اور باطن کچھ اور وہ زبان سے جب ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے تو صرف اس لئے کہتا وہ خدا اور اس کے رسول اور مومنوں کو دھوکا دے۔ اور بزعم خود اپنے آپ کو بہت زیادہ ہوشیار اور چالاک سمجھتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ میں ہر دو فریق کو بیوقوف بنا رہا ہوں۔ بہرحال منافق کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ ہر کام اور ہر بات سے دوسروں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :۔

۱۔ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ (بقرہ۔ ع ۲)

ترجمہ۔ وہ اللہ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں دھوکا دینا چاہتے ہیں مگر واقعہ میں وہ اپنے سوا کسی کو دھوکا نہیں دیتے۔ اور وہ سمجھتے نہیں۔

۲۔ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ (بقرہ۔ ع ۲)

ترجمہ۔ اور جب وہ ان لوگوں سے ملیں جو ایمان لائے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم بھی (اس رسول کو) مانتے ہیں اور جب وہ اپنے سرغنوں سے علیحدگی میں ملیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم یقیناً تمہارے ساتھ ہیں۔

۳۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ (نساء۔ ع ۲۱)

ترجمہ۔ منافق یقیناً اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور وہ انہیں ان کے دھوکے کی سزا دے گا۔

● آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی علامت یہ ہے کہ اِذَا عَاھَدَ غَدَرَ یعنی جب بھی عہد کرے گا عہد شکنی کرے گا

۴۔ بزدلی

دل ایمان سے پُر ہو تو یاں جرأت بھی پیدا ہوتی ہے لیکن چونکہ منافق کا دل ایمان سے خالی ہوتا ہے اس لئے ایمانی جرأت کے فقدان کی وجہ سے ہر موقع پر بزدلی کا مظاہرہ کرتا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے

۱۔ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ تَدُوْرُ اَعْیُنُھُمْ کَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ ..... الآیہ (الاحزاب۔ ع ۲)

ترجمہ۔ جب ان پر کوئی خوف کا وقت آئے تو تو انہیں دیکھے گا کہ وہ تیری طرف اس طرح دیکھتے ہیں کہ ان کے ڈیلے چکر کھا رہے ہوتے ہیں بالکل اس شخص کی طرح جو موت کی غشی میں مبتلا ہو۔

۲۔ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ مُّحْکَمَۃٌ وَّذُکِرَ فِیْھَا الْقِتَالُ رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰی لَھُمْ (محمد۔ ع ۳)

ترجمہ۔ پس جب کوئی پختہ (احکام والی) سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو تُو ان لوگوں

گو تیرا کے دلوں میں بیماری ہے۔ دیکھتا ہے کہ وہ تیری طرف ایسے آدمی کی طرح دیکھتے ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو۔ پس ان کے لئے ہلاکت مقدر ہے۔

۵۔ فساد و شرانگیزی

منافق کی یہ بھی ایک نمایاں علامت ہے کہ وہ ہر مجلس اور ہر انجمن میں فتنہ و فساد ڈالنے اور خلل پیدا کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ اور اگر اتفاقاً حاکم بن جائے تو ہر جگہ فساد ہی فساد پیدا کر دیتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن حکیم میں بیان فرماتا ہے

۱۔ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرہ ع ۲۵)

ترجمہ۔ اور جب حاکم ہو جاتا ہے تو فساد کرنے اور کھیتی اور ملک کو ہلاک کرنے کی غرض سے سارے ملک میں دوڑا پھرتا ہے۔ حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

۲۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ (البقرہ ع ۲)

ترجمہ۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ کان کھول کر سنو! یہی لوگ بلاشبہ فساد کرنے والے ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں۔

۳۔ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ (آل عمران ع ۱)

ترجمہ۔ وہی ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی ہے جس کی بعض آیتیں محکم ہیں جو اس کتاب کی جڑ ہیں اور کچھ اور ہیں جو متشابہ ہیں۔ پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو فتنہ کی غرض سے اور اس کتاب کو (اس کی حقیقت سے) پھیر دینے کے لئے متشابہ آیات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں

۴۔ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰی وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (التوبہ ع ۱۳)

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد نقصان پہنچانے اور کفر کی تبلیغ کرنے اور مومنوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے بنائی ہے اور وہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے لڑ چکا ہے اس کے لئے کمین گاہ مہیا کرنے کے لئے وہ ضرور قسم کھائیں گے کہ اس مسجد کے بنانے سے ہمارا ارادہ صرف نیکی کرنا تھا۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹ بول رہے ہیں

۶۔ غیروں سے میل جول اور خفیہ سازشیں

منافقوں کا یہ طریق کار ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ان لوگوں سے جن کی ایمانی حالت پختہ ہوتی ہے دور دور رہتے ہیں۔ اور صحبت صالحین سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ ہمیشہ اپنے ہم خیال لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا اور مومنوں سے ہنسی و تمسخر کرتے رہنا ان کی عادت ہوگی اور نہ صرف یہ کہ وہ جماعت کے کمزور طبقہ کو اپنا ہم جلیس بنائیں گے بلکہ غیروں سے جو جماعت مومنین کے دشمن ہوں گے گہرا ربط رکھتے ہیں اور انہیں دل راز دار بنا کر ان کے ساتھ مل کر مومنوں کے خلاف خفیہ منصوبے بناتے رہتے ہیں چنانچہ اس علامت کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے

۱۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰی ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ (المجادلہ ع ۲)

ترجمہ۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو خفیہ سازشوں سے منع کیا گیا ہے پھر بھی وہ اس ممنوع چیز کی طرف لوٹتے ہی رہتے ہیں اور گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی باتوں کے متعلق مشورہ کرتے ہیں اور جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ایسے لفظوں میں دعا دیتے ہیں جن لفظوں میں خدا نے دعا نہیں دی (یعنی دعا میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں تاکہ ان کی نسبت اچھی رائے قائم ہو۔)

۲۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَیَحْلِفُوْنَ عَلَی الْكَذِبِ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ (المجادلہ ع ۳)

ترجمہ۔ کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے ایسی قوم سے دوستی کی جن پر خدا نے غضب نازل کیا۔ ایسے لوگ نہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے اور وہ جھوٹی بات پر جان بوجھ کر قسمیں کھاتے ہیں۔

۳۔ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (النساء ع ۲۱)

ترجمہ۔ تو منافقوں کو یہ خبر سنا دے کہ ان کے لئے دردناک عذاب مقدر ہے جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ کیا وہ ان کے پاس عزت کے خواہاں ہیں۔ عزت تو سب کی سب اللہ کے ہاتھ میں ہے

۷۔ قربانیوں سے دریغ

نبی اور سور وقت کے گرد جو جانثار صحابہ اور حواریوں کی جماعت اکٹھی ہوتی ہے وہ اپنا تن من دھن سب کچھ اپنے آقا و مطاع کے ایک اشارے پر نچھاور کرنے کے لئے ہر دم تیار رہتی ہے۔ اور یہی وہ جذبہ ہوتا ہے جو مومنوں کی جماعت کو زمین کی پستیوں سے نکال کر آسمان کی رفعتوں میں پہنچا دیتا ہے۔ لیکن منافق حلاوت ایمان سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے ایثار و قربانی کا ایسا جذبہ اپنے اندر نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر موقع پر وہ پیچھے رہ جاتا ہے اور کوئی نہ کوئی حیلہ بہانہ تراش لیتا ہے اور نہ صرف یہ کہ خود دینی تحریکات پر لبیک نہیں کہتا بلکہ دوسروں کو بھی اس نیک کام سے روکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے

۱۔ سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ (الفتح ع ۲)

ترجمہ۔ اعراب میں سے جو لوگ پیچھے چھوڑے گئے تھے ضرور کہیں گے کہ ہمارے مال اور ہمارے اہل و عیال نے ہم کو مشغول رکھا (اس لئے ہم اس سفر پر نہیں گئے) پس تو ہمارے لئے استغفار کر۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔

۲۔ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا یَفْقَهُوْنَ (التوبہ ع ۱۱)

ترجمہ: (جہاد سے) پیچھے چھوڑے ہوئے (منافق) اللہ کے رسول کے حکم کے خلاف اپنی جگہ بیٹھ جانے پر بہت خوش ہیں اور انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرنے کو برا سمجھا اور کہا تھا کہ ایسی شدید گرمی میں جنگ کے لئے نہ نکلو۔ تو ان سے کہہ دے کہ جہنم کی آگ زیادہ سخت ہے کاش کہ وہ سمجھتے!

۳۔ وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (الاحزاب ع ۲)

ترجمہ۔ ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگنے لگ گیا تھا اور کہنے لگ گیا تھا کہ ہمارے گھر دشمن کی زد میں ہیں۔ حالانکہ وہ دشمن کی زد میں نہیں تھے۔ وہ صرف بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے

۴۔ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا (الاحزاب ع ۲)

ترجمہ۔ اللہ ان لوگوں کو پوری طرح جانتا ہے جو تم میں سے دوسروں کو جہاد سے پیچھے ہٹاتے تھے اور اپنے بھائیوں سے کہتے تھے کہ ہماری طرف آؤ۔ (یعنی جہاد میں شامل نہ ہونا) اور وہ خود بھی دشمن سے بالکل جنگ نہ کرتے تھے۔

۸۔ بدگمانی

مومن کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ نبی کی دی ہوئی بشارتوں پر پورا پورا ایمان و ایقان رکھتا ہے اور آخر دم تک اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ وفا کرتا ہے اور کسی لمحہ بھی اس کی بتائی ہوئی پیش خبریوں پر شک نہیں کرتا اور حالات کچھ ہی ہو جائیں اس یقین پر قائم رہتا ہے کہ آسمان اور زمین اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں لیکن خدا اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی باتیں نہیں ٹل سکتیں۔ لیکن منافق تھوڑی سی تکلیف اور تنگی کے وقت منہ پھیر لیتا ہے اور خدا اور اس کے رسول پر بدگمانی کرنے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

۱۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ... وَیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَیْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ (الفتح ع ۱)

ترجمہ۔ وہ خدا ہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر سکینت اتاری تاکہ جو ایمان ان کو پہلے تھا اس کے ساتھ اور ایمان بھی ان کو حاصل ہو جائے۔ (مومنوں کا ایمان بڑھانا اس لئے ہوگا کہ تا) منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ پر بدگمانی کرنے والے ہیں عذاب دے۔ مصیبت کا چکر انہی پر آئے گا۔

۲۔ وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا (الاحزاب ع ۲)

ترجمہ۔ اور جبکہ منافق اور جن کے دلوں میں بیماری تھی کہنے لگ گئے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے صرف ایک جھوٹا وعدہ کیا تھا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ منافق، جھوٹا، بدعہد، ریاکار، بزدل، فسادی، نیک کاموں سے پیچھے رہنے والا، غیروں کو دلی دوست بنانے والا اور خفیہ سازشیں کرنے والا اور اللہ اور اس کے رسول پر بدگمانی کرنے والا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی بری خصلتوں سے محفوظ رکھے اور مومنانہ اوصاف حمیدہ کا وارث بنائے اور ایسے وجودوں سے جو جماعت کے لئے خطرناک ہوتے ہیں ہمیشہ چوکس اور ہوشیار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللّٰھم آمین۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے
(المسیح الموعود)

اداریہ — بقیہ صفحہ (۲)

انسانِ کامل تھے۔ آپ کی نسبت قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ (سورۃ القلم) آپ بزرگ اخلاق پر ہیں۔ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ پر روشنی ڈالنے کی درخواست کی تو حضرت ممدوحہ نے بڑا ہی جامع اور مدلل جواب دیا۔ اور فرمایا كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ۔ اخلاق کی جو تفصیلات قرآن کریم میں آئی ہیں ان کی جیتی جاگتی تصویر سرور دو عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود تھا۔ اور خود رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ کہ اخلاق کریمانہ کے عملی مظاہرے کے لئے تو میری بعثت عمل میں آئی ہے۔ اس اہم موضوع یعنی اخلاقیات پر قرآن کریم نے جس تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے کسی دوسری مذہب کتاب میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

انسانی اخلاق کو سنوارنے اور بگاڑنے میں انسانی خوراک کا تعلق سے گہرا تعلق ہے۔ انسان جس قسم کی غذا استعمال کرتا ہے۔ اسی کے مطابق اس کے اخلاق کا رنگ بھی اس کی طبیعت پر غالب آتا چلا جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو خوراک کے بارے میں خصوصیت سے تعلیم دی ہے۔ چنانچہ اصولی رنگ میں ہدایت دی كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ (بقرہ آیت ۱۷۰) کہ حلال اور طیب غذا کا استعمال کرو۔ اس میں جہاں ناجائز طریق سے حاصل شدہ غذا کو مضر اخلاق بتایا تو وہاں ایسی غذا جو مضر صحت ہے اسے بھی طیب کے لفظ سے خارج کر دیا۔ اسی طرح مردار گوشت کھانے یا غیر شرعی طریق پر ذبح نہ کئے گئے جانور کا گوشت استعمال کرنے سے ممانعت فرمائی تا صحتِ انسانی پر برا اثر نہ پڑے تو ساتھ ہی سؤر کے گوشت کو بھی حرام قرار دیا جس سے انسان کے اخلاق پر غیر پسندیدہ اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح شراب نوشی کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا کہ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (بقرہ آیت ۲۲۰) شراب نوشی اور قمار بازی میں اگرچہ کچھ منافع بھی ہیں لیکن ان کے مقابلہ میں ان کے گناہ زیادہ ہیں۔ شراب کو عربی میں خمر کہا گیا ہے۔ جس کے معنی ہی ہیں مَاخَامَرَ الْعَقْلَ جو عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ یہی وہ جڑ ہے جسے عقلمندوں نے اُمّ الْخَبَائِث بھی کہا ہے۔ عقل ہی تو انسان کو بے ہودہ اور نامناسب حرکات سے روکے رکھتی ہے۔ جب اسی پر پردہ پڑ گیا تو انسان اور حیوان میں مابہ الامتیاز بھی جاتا رہا۔

موجودہ زمانہ کے اہم مسائل کے حل کے لحاظ سے بھی قرآن کریم کو درجہ فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ ایسے پیچیدہ مسائل کو جس ڈھنگ سے قرآن کریم نے حل کیا ہے اصل حل وہی ہے۔ دنیا اپنی طرف سے پورا زور لگا رہی ہے۔ لیکن بیسیوں تجربات کر لینے پر بھی اصل حل نکال نہیں سکی۔ بلکہ اِدھر اُدھر ٹامک ٹوئیاں ہی مار رہی ہے۔ قرآن کریم نے بڑی جامعیت سے ان مسائل پر بھی بحث کی اور ان کے شاندار حل پیش کئے ہیں۔ مثلاً تقسیم دولت کا جو بہترین حل قرآن کریم نے پیش کیا، مجال نہیں کہ کوئی دوسرا ازم ایسا حل پیش کر سکے۔ اسی طرح انسان کی بنیادی ضرورتیں کیا ہیں ان کو کیسے پورا کیا جائے قرآن کریم نے اس پر بھی بڑی جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ سورت طٰہٰ میں حضرت آدمؑ کے ذکر میں فرمایا۔ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى (آیت نمبر ۱۱۹ و ۱۲۰) ان دونوں آیات میں انسان کی چار بنیادی ضرورتوں کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اس سے سب کو یکساں طور پر حصہ دینے کا حکم دیا ہے۔

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا میں انسان کو اس بات کا حق دیا ہے کہ اُسے مناسب اور موزوں خوراک ملنی چاہیئے۔ اور لَا تَعْرٰى میں اس کے لباس کا حق اسے دیا ہے۔ اور اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا میں پانی اور لَا تَضْحٰى میں مکان کی اہم ضروریات کو پورا کر کے دینا حکومتِ وقت کی ذمہ داریوں میں شمار کیا ہے۔

پھر اس پر بھی واضح کیا کہ ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق ملنا چاہیئے۔ اور ساتھ ہی ضرورت کی تعریف بھی کر دی یعنی ہر شخص کی استعدادوں کے مطابق جس قدر سامان اُسے درکار ہے اس کو بہم پہنچایا جانا چاہیئے۔ اس کے متعلق قرآن کریم کی سب سے پہلی سورت یعنی سورت فاتحہ کی پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں لفظ رَبّ میں اشارہ دیا گیا ہے۔

اس قسم کے ہزاروں ہزار مسائل پر قرآن کریم نے جامع روشنی ڈالی ہے۔ پھر قرآن کریم کا اندازِ بیان ایسا شگفتہ اور شیریں ہے کہ دلوں میں اترتا چلا جاتا ہے۔ اس کی تعلیم ایسی سادہ اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ جو شخص بھی اس نقطۂ نظر سے قرآن کریم کا مطالعہ کرے گا وہ انشاء اللہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ فی الواقع ؏

جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا!

منظوری انتخاب عہدیداران جماعت ہائے

برائے سال ۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۴ء

جماعت احمدیہ مناگھاٹ

صدر — مکرم اے کنجی احمد صاحب
سیکرٹری مال — 〃 ایم۔ کے عبد الرشید صاحب

جماعت احمدیہ ہیچہ مرگ (کشمیر)

صدر — مکرم حاجی راج محمد صاحب
نائب صدر — 〃 سلام الدین صاحب
سیکرٹری مال — 〃 محمد لیٰسین صاحب۔
سیکرٹری تعلیم و تبلیغ — 〃 غلام ربانی صاحب۔

جماعت احمدیہ لدّرون (کشمیر)

صدر — مکرم محمد یوسف صاحب وانی ٹھیکیدار
سیکرٹری مال — 〃 علی محمد صاحب وانی
سیکرٹری تبلیغ و تربیت — 〃 ماسٹر رفیق احمد صاحب
سیکرٹری تعلیم — 〃 بشیر احمد صاحب

جماعت ہائے احمدیہ کاشیرہ، تمرپال، منی گاہ، ہانجی پورہ، اچھرہ گام

صدر و سیکرٹری تبلیغ — مکرم مولوی حبیب الرحمن صاحب ساکن کاشیرہ معرفت چرنجیت لال دکاندار کپواڑہ۔ ضلع بارہ مولہ (کشمیر)
سیکرٹری مال — مکرم قاضی حبیب اللہ صاحب

جماعت احمدیہ یادگیر

سیکرٹری تعلیم و تربیت — مکرم حکیم عبد العلی صاحب
امام الصلوٰۃ — مکرم نذیر احمد صاحب ہودوڑی

ناظرِ اعلیٰ قادیان

امتحانات میں کامیابی

قادیان کے بچے اور بچیاں مختلف امتحانات میں کامیاب ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:-

(۱) — پری میڈیکل کے امتحان میں عزیز عبد الرشید بدر کے علاوہ عزیز حمید احمد ابن مکرم مولوی محمد عبد اللہ صاحب نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ بھی شریک ہوئے تھے عزیز موصوف بھی ماشاء اللہ کامیاب رہے۔

(۲) عزیز حمید احمد ابن مکرم محمد احمد صاحب نسیم درویش۔ بی۔ ایس سی پارٹ I میں ۲۱۵/۳۵۰ نمبر حاصل کر کے فرسٹ ڈویژن حاصل کی اور قادیان کے سکھ نیشنل کالج میں اوّل رہے۔ [illegible]

(۳) بی۔ اے پارٹ I میں عزیزہ [illegible] بنت جناب شیخ عبد الحمید صاحب [illegible] ۱۷۵/۳۵۰ نمبر حاصل کر کے مقامی پرائیوٹ گرلز کالج میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ جبکہ عزیزہ امۃ الحفیظ بنت مکرم ڈاکٹر غلام ربانی صاحب انچارج احمدیہ شفاخانہ قادیان نے ۱۷۳/۳۵۰ نمبر حاصل کئے۔

اللہ تعالیٰ مبارک کرے آمین۔ (ایڈیٹر)

بقیہ اخبار احمدیہ

اور حبس بھی تھا۔ کل پانچ بجے بعد دوپہر آندھی کے بعد کھل کر بارش ہوئی جس سے گرمی کی شدت میں کافی فرق آگیا۔ آج پھر گرمی ہے مگر پہلے سے قدرے کم۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے آمین۔

REGD. NO. P. 67. PHONE NO. 35.

THE WEEKLY BADR QADIAN

QURAN-E-MAJEED NUMBER.

قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں نے قرآنِ کریم کی رفعتوں کے طفیل بے پناہ رفعتیں حاصل کیں!

اب اللہ تعالیٰ نے پھر محض اپنے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں قرآنِ کریم سے متعارف کرایا ہے

پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ قرآنِ کریم کے علوم نہ صرف خود سیکھیں بلکہ دوسروں کو بھی سکھائیں!

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ

"قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں نے دنیوی اور روحانی ترقیات حاصل کی تھیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے قرآن کریم کو وہ عظمت دی تھی جس کا اُسے حق حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ایک کامل کتاب نازل کی تھی اور انہوں نے اس کی قدر کی۔ انہوں نے اسے پڑھا اور ان میں سے بہتوں نے اسے سمجھنے کی کوشش کی اور نہ صرف کوشش کی بلکہ اسے سمجھنے کے لئے ہر ممکن تدبیر کے علاوہ دعاؤں کا سہارا لیا۔ اور اس طرح انہوں نے قرآن کریم کے علوم اپنے رب سے سیکھے۔ اور اس نیت سے سیکھے کہ اس کے نتیجہ میں وہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ خدا تعالیٰ کی یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی ہے کہ وہ اس پر عمل کریں اور انہیں یقین تھا کہ اگر وہ اس پر عمل کریں گے تو اس دنیا میں بھی وہ خدا تعالیٰ کے افضال اور اس کی رحمتیں حاصل کریں گے اور اُخروی زندگی میں بھی وہ اس کے وارث ہوں گے اور جب انہوں نے قرآنِ کریم کی پاک تعلیم سیکھنے کے بعد اس پر عمل کیا تو قرآنِ کریم کے طفیل جو بڑی عظمت والی کتاب ہے انہیں اس دنیا میں بھی بڑی عظمت حاصل ہوئی۔ اپنے تو اپنے ہی تھے غیر بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے کہ فی الواقع یہ قوم بڑی عظمت والی ہے۔ انہوں نے قرآنِ کریم کی تعلیم پر عمل کیا اور اس کے نتیجہ میں قرآنِ کریم کی رفعتوں کے طفیل اس قوم کو بھی رفعتیں حاصل ہوئیں۔ اور اس قدر رفعتیں انہیں نصیب ہوئیں کہ آسمان کے ستاروں کی رفعتیں بھی ان کے مقابلہ میں ہیچ نظر آنے لگیں۔ اور وہ ان بلندیوں پر پہنچ گئے جن تک دنیوی عقل کو رسائی حاصل نہیں۔ اور انہوں نے وہ کچھ حاصل کر لیا جو انسان اپنی کوشش، اپنی جدّ وجہد، اپنی عقل اور اپنی فراست سے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اسلام کی پہلی تین صدیوں میں ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ قرآن کریم پر عمل کرنے والے دنیوی زندگی کے ہر شعبہ میں قائد سمجھے جاتے تھے۔ وہ اسی کی برکت سے دُنیا کے لیڈر بنے۔ وہ اسی کے طفیل ہی دنیا کے اُستاد بنے۔ دنیا کے محبوب بنے۔ اس لئے کہ قرآنِ کریم نے ان کی طبائع کو اس طرح بدل دیا تھا کہ دُنیا ان سے پیار اور محبت کرنے پر مجبور ہو گئی لیکن تین صدیوں کے بعد مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ انہوں نے قرآنِ کریم سے جو کچھ حاصل کرنا تھا کر لیا ہے۔ جو کچھ قرآن کریم سے انہوں نے پانا تھا پا لیا ہے۔ اب انہیں نہ قرآن پڑھنے کی ضرورت ہے اور نہ اسے سمجھنے کی حاجت ہے۔ وہ عام عقل اور دنیوی فراست جو انہیں محض اس لئے دی گئی تھی کہ وہ اس پیغامِ الٰہی کو سمجھنے میں ممد اور معاون بنے، اُلٹا قرآنِ کریم کو چھوڑ کر انہوں نے صرف اس پر انحصار کر لیا تب خدا تعالیٰ نے یہ نظارہ بھی دکھایا کہ وہ قوم جو دنیا پر ہر طرح سے چھا گئی تھی اور جس نے اقوامِ عالم سے اپنی برتری کا سکّہ منوا لیا تھا قعرِ مذلت میں گر پڑی اور اس نے اس قدر ذلتیں اور رسوائیاں اٹھائیں کہ اَلْاَمَانُ وَ الْحَفِیْظ۔

اب اللہ تعالیٰ نے پھر محض اپنے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر ہمیں قرآنِ کریم سے متعارف کرایا ہے۔ آپؑ نے ہمیں ان خوبیوں کا علم بہم پہنچایا ہے جو قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں اور ہمیں ان کی طرف متوجہ کیا ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں ؎

جمالِ حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

کہ قرآن کریم کے حُسن اور اس کی خوبصورتی اور اس کی دل کو موہ لینے والی تعلیم سے ایک مسلمان اپنی زندگی کا نور حاصل کر سکتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ جس طرف بھی ہم جائیں جب تک قرآن کریم کی مشعل ہمارے ہاتھ میں نہ ہو گی جب تک اس کا نور ہماری رہنمائی نہ کر رہا ہو گا ہم صداقتوں اور بلندیوں کی راہوں پر گامزن نہیں ہو سکتے ہمارے لئے ایک لمبے عرصہ کے بعد قرآن کریم کی کھڑکیاں دوبارہ کھول دی گئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیش بہا اور قیمتی لعل و جواہر قرآن کریم سے نکال کر ہمارے سامنے پیش کئے ہیں۔ اگر ہم اب بھی ان کی قدر نہ کریں تو ہم جیسی بدبخت قوم اور کوئی نہیں ہو سکتی پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ قرآن کریم کے علوم نہ صرف خود سیکھیں بلکہ دوسروں کو بھی سکھائیں (دوسرے لوگوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو نو احمدی ہیں اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ہماری نئی نسل کے طور پر ہم میں شامل ہوئے ہیں)۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ فروری ۱۹۶۶ء)